

وقل رب زدني علما

# مقالہ تحفظِ علوم و تمدنیہ

— ﴿ جو ﴾ —

آل انڈیا اور ٹیل کانفرنس کے اجلاس ہشتم منعقد دسمبر ۱۹۳۵ء  
بمقام میسور پڑھا گیا

— ﴿ متن ﴾ —

## سید ہاشم ندوی رکن دائرۃ المعارف

حسب ایماء مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ  
حیدرآباد دکن

شمس الاسلام پریس میں طبع کیا گیا

۱۳۵۵ھ

1900

10-2

70000

20-2

# فہرست مضامین

صفحات

- |    |                                   |    |
|----|-----------------------------------|----|
| ۱  | آثار علوم قدیمہ                   | ۱  |
| ۲  | علوم کے آثار نابیل میں            | ۲  |
| ۴  | علوم کا ارتقاء فلسفہ میں۔         | ۳  |
| ۹  | یونان میں علوم و حکم کا دور       | ۴  |
| ۱۲ | احیاء علوم و معارف کا عہد تباہاں  | ۵  |
| ۱۵ | عربوں کا علوم قدیمہ کی طرف اعتناء | ۶  |
| ۱۹ | عرب اور علوم ہندوستان کا احیاء    | ۷  |
| ۲۵ | اندلس میں علمی مراکز کا افتتاح    | ۸  |
| ۲۸ | فلسفہ و حکمت کے اعلیٰ ترین مدارس  | ۹  |
| ۳۲ | ابن رشد کے علمی فیوض              | ۱۰ |
| ۳۴ | یہود اور علوم عربیہ               | ۱۱ |
| ۳۵ | یورپ اور علوم و فنون اسلامیہ      | ۱۲ |



صفحات

۴۲

۱۳ مصر میں علمی ادارات کی تاسیس

۴۳

۱۴ ہندوستان میں ادارات شرقیہ

۴۴

۱۵ دائرۃ المعارف کا افتتاح  
عہد عثمانی کے میوزیم علمیہ

۴۷

۱۶ دائرۃ المعارف کا دور جدید

۵۱

۱۷ نظام العمل جدید

۵۴

۱۸ موجودہ ارکان مجلس دائرۃ المعارف

۵۸

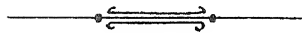
۱۹ موجودہ رفقاء دائرۃ المعارف

۵۹

۲۰ یادداشتیں

۶۵

۲۱ فہرست مطبوعات دائرۃ المعارف



## عرضِ حال

اواخر دسمبر ۱۹۳۵ء میں آل انڈیا اور نیٹل کانفرنس کے اجلاس ششم کے انعقاد کی اطلاعیں وسط نومبر میں ملیں۔ اس وقت راقم الحروف کتب خانہ ریاست رام پور میں بعض فلمی کتابوں کی تصحیح اور مقابلہ کے لیے مامور تھا۔

اگرچہ اس اہم اجلاس کی شرکت کے لیے مجلس دائرۃ المعارف نے اپنی علمی قدر وافی سے اس خادمِ علم کا انتخاب فرمایا تھا لیکن اس کے لیے کوئی اہتمام نہ تھا۔ اس آخری اطلاع کے بعد کتب خانہ رام پور کی پرسکون صحبت علمی کے چھوڑنے کا نہ تو دل چاہتا تھا اور نہ صحت حسبِ نحوہ تھی۔ بطور معذرت ایک عرضیہ عالیجناب نواب ہمدی یار جنگ بہادر بالقابہ (معمد دائرۃ المعارف) کی خدمت میں بھیجا تاکہ اس طویل سفر کی صعوبتوں سے نہ صرف نجات پاؤں بلکہ اربابِ علم کی نگاہوں سے مستور رہوں لیکن ہمارا اعتدال علم دوست اور معدلت گستر عمید دائرۃ المعارف کے نزدیک قابل قبول نہ ہوا کیونکہ مجلس دائرۃ المعارف کی جانب سے اس کانفرنس میں یہ پہلی نمائندگی تھی۔ برقی حکم نے اعصاب کی برودت میں کچھ گرمی پیدا کی اور اس فکر نے کہ فضلاء عصر کے سامنے کیا لیکر جاؤں یہ نتیجہ پیدا کیا کہ علوم و معارف قدیمہ کی تاریخ پر کچھ لکھا جائے۔

تاکہ دائرۃ المعارف کی اہمیت نمایاں ہو سکے۔ چنانچہ بہت بے ترتیبی سے اس مضمون پر مواد فراہم کیا گیا۔ چونکہ وقت کم تھا اور منزل دور تھی اس لئے ضروری خطوط پر تاریخی حقائق سے روشنی ڈالنے کی جدوجہد کی گئی۔ ذیلی نشانات چھوڑ دئے گئے مثلاً خلفاءِ قاطمیین کا دور حکومت سلجوقیوں کا اہم مسطوت، مغلوں کا عہد ارتقا، اور تاتاریوں کا زمانہ عروج۔

بڑی جدوجہد کے بعد یہ چند اوراق سرسری طور پر مرتب ہو سکے۔ کیونکہ وقت کی قلت، مضمون کی طوالت مواد کی کثرت یہ تمام ایسے اہم موانع تھے کہ جس سے اس کا تکمیل تک پہنچانا مجھ جیسے مبتلائے درد انسان کے لیے دشوار تھا۔ لیکن بحمد اللہ تعالیٰ توفیق الہی نے اس کو رام پور ہی میں مکمل کرنے کا موقعہ بخشا جس کے لیے دو بڑی ہستیوں کا ممنون احسان ہوں۔

ایک مسٹر نیو جید جی زیدی پولنگ بل فٹنر ریاست رام پور جو نہ صرف سیاسی وچسپی رکھتے ہیں بلکہ علوم و معارف کے بھی دلدادہ ہیں اور دوسرے میرے کرمفرما مولوی امتیاز علی صاحب عرشی ناظم کتب خانہ جن کے مساعی نے شاہی قلعہ سے لیکر خزانہ جواہر تک کے دروازوں کو کھولا یا تھا کتب خانہ کے اس علمی فیض سے اب نہ صرف ہندوستان بلکہ بلاد یورپ بھی مستفید ہو رہا ہے جس کے لیے تمام علمی دنیا کو تہناتیں نواب صاحب رام پور بالقابہ کا ممنون ہونا چاہیے۔

۲۷۔ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ کو رام پور سے روانہ ہوا جبکہ درگدہ کی تہناتیں روحانی سیر سے آشنا کر رہی تھیں۔ خدا خدا کر کے حیدرآباد پہنچا اور تاریخ دائرۃ المعارف کا ضروری مواد حاصل کیا۔ سفر میسور کا تہیہ بھی نہ ہو سکا تھا کہ ہلالِ عید نے اپنی رو بہت سے

مشرف کیا۔ عید کی نماز دار السلطنت میں اعلیٰ حضرت سلطان المسلمین جلیل الشکر کے سایہ طہمت میں ادا کرنے کی غرت حاصل کی اور شام کو راپری میسور ہو اور ریاست میسور کے جانب سے کافی انتظامات کئے گئے تھے خصوصاً اس اجلاس کے لیے جہانوں کے قیام وغیرہ کا نظم بہت اعلیٰ معیار پر کیا گیا تھا جس کے لیے سر مرزا اسماعیل دیوان میسور قابل مبارکباد ہیں اس طویل مقالہ کی ترتیب میں ایک اور ہستی کی تائید پیش نظر تھی یعنی ہمارے مکرم ڈاکٹر نظام الدین پروفیسر جامعہ عثمانیہ صدر شعبہ اسلامیہ آل انڈیا اور نیٹیل کانفرنس کہ وہ اس مضمون کو پڑھنے کا موقعہ عنایت فرمائیں گے چنانچہ موصوف نے بڑی حوصلہ افزائی کی اور مجھ جیسے غیر آئینی مقالہ نگار کی جملہ اعتراضات کو نظر انداز کر کے کافی وقت مرحمت فرمایا جس کا میں بھید ممنون ہوں۔

کانفرنس کی واپسی کے بعد اس کی دوسری کاپی مغز ارکان مجلس کے ملاحظہ میں پیش کی گئی جس پر پتھر ایک عالی جناب نواب محمد یار جنگ بہادر میرٹھس باتفاق آراء یہ تصفیہ فرمایا گیا کہ اس مقالہ کو بطور یادگار طبع کیا جائے۔ اسی ارشاد کی تعمیل میں یہ غیر مرتب اوراق اسی حال میں طبع کر دئے گئے ہیں جس حال میں پیش ہوئے تھے ورنہ اس نیت کے سوا کہ یہ دائرہ کے فیوض علمیہ کے پرتو میں اور کوئی چیز جاؤب توجہ نہیں بن سکتی۔ میں سرترا یا مغز صدر محترم عمید دائرۃ المعارف اور مقدس علماء و ائیرۃ المعارف کا ممنون احسان ہوں کہ جن کے توجہات عالیہ نے اس بے مایہ خادم علم کی حقیر خدمت کو شرف قبول بخشا۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام  
 علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۛ

خادم

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ  
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَاتَّبَاعِهِ  
اَجْمَعِیْنَ

آثارِ علومِ قدیمہ | علم کے اصلی معنی جانتا ہے اور جو چیز جانی جاسکتی ہے وہ چھپائی نہیں جاسکتی اسی لئے فوائدِ علمیہ کو علم کی روشنی اور مفاسدِ جہالت کو ظلمت و تاریکی سے تعبیر کرنے میں گویا معلوم روشن ہو گیا اور مچھول تاریکی کے پردہ میں اسی تناسب لغوی اور اصطلاحی کا معیار دینا کہ ان قوموں نے قائم کیا ہے جو تاریخ عالم میں معلمین نفوس انسانی کے لقب سے یاد کی گئی ہیں۔

ابوسہل بن نوح تہ - اپنی کتاب النہطان میں لکھتا ہے۔

”ایسے اصنافِ علوم - اقسامِ کتب - اور مسائل مختلفہ اور ان کے متعدد ماخذ جو ان مسائل سے متفرع ہوتے

ہیں بکثرت پیدا ہوئے جن پر نجوم دالت کرتا ہے جن میں سے بعض اسباب کے ظاہر ہونے سے قبل اور لوگوں کی آگاہی سے پیشتر رونما ہوتے ہیں جیسا کہ اہل بابل نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ انہیں سے اہل مصر نے ان علوم کو حاصل کیا اور اہل ہند نے اپنی سر زمین میں ان تجربہ کیا جیسا کہ ابتدا میں انسانی مخلوق گناہوں سے ملوث ہونے سے قبل برائیوں میں مبتلا ہونے سے پہلے اور جہالت کے بحرِ ظلمات میں گم ہونے سے

۱۔ ابوسہل فضل بن نوح تہ فارسی الاصل تھا۔ ہارون رشید کے خزانہ حکمت میں مامور تھا اور فارسی سے عربی میں نجوم کی کتابوں کا ترجمہ کرتا تھا۔ ابن ندیم صفحہ ۳۸۲

دنیا اس علمی ارتقا کے بعد انحطاط کی طرف پھر لوٹتی ہے یعنی دور علم و عمل کا خاتمہ ہوتا ہے اور علم کی روشنی گل ہو جاتی ہے اور یہی قومیں جو اوج کمال تک پہنچ چکی تھیں قہر جہالت میں گر جاتی ہیں۔

ایوسہل لکھتا ہے۔

”یہاں تک کہ ان کے عقول پر شکوک کا دور دورہ ہوا اور عقل گمراہ

ہو گئی۔ اس درجہ پر پہنچنے کے بعد جیسا کہ کتابوں میں ان کے احوال اور اعمال کا تذکرہ ہے ان کی عقلیں خیرہ ہو گئیں اور ان کے اذہان حیرت زدہ ہو گئے۔ ان کا دین برباد ہو گیا۔ اور وہ گمراہ حیران پریشان اور جہالت

میں سرشار نظر آتے لگے اور عرصہ تک اسی حال میں مبتلا رہے۔“

چونکہ انسان فطرتی طور پر علم کا طالب ہے۔ اس لئے جہالت کی پستیوں سے تنگ آکر جو اس کے ان اعمال کی وجہ سے طاری ہوتی ہیں جن کا علم صحیح اس کو حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ دوبارہ اپنے کو علم کی روشنی میں دیکھنا چاہتا ہے اور اندازہ کرتا ہے کہ ہم میں کونسے امراض پیدا ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے ہم نور علم سے محروم کر دئے گئے۔ ایسی قومیں جو نشاۃ جدیدہ کی ساعی ہوتی ہیں تاریخ اقوام عالم کا مطالعہ کرتی ہیں۔ علما، اور فضلاء کے تذکرے ڈھونڈتی ہیں۔ حکما، شعراء، اور انبیاء کے میخانہ اول کو مشعل ہدایت بناتی ہیں اور پھر اپنے لئے راہ عمل تلاش کرتی ہیں۔

ایوسہل لکھتا ہے۔

”یہ قومیں ایسی حالت میں تھیں کہ ان کے بعد کی نسلوں میں احساسِ حیات

پیدا ہوا۔ اور ان کی اولاد میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے ان امور کو

یاد کیا حالات کا اندازہ کیا اور معرفتِ تامہ حاصل کی۔ پھر دنیا کے گذشتہ

انقلابات کی تاریخ پڑھی۔ اس کی سیاست کے دور اول کا مطالعہ کیا۔

دور وسطیٰ کے آغاز پر تبصرہ کیا اور نتائج کا نقشہ سامنے رکھا ساتھ ہی اہل

کے حالات جمع کئے۔ اور افلاک سماوی کے مواضع راستے، درجات،

دقائق۔ اور منازل کا پتہ چلایا۔ یہ ارتقائی احساسِ جم بن اوجہاں کے

زمانہ میں رونما ہوا جس کے بعد علماء نے اشاعت و نشرِ علم کی خدمت

ادا کی اور علوم اکتشافیہ پر کتابیں لکھیں۔ اور اپنے ایجادات و اختراعات

کو واضح طریقہ بیان سے ظاہر کیا، پھر ملکِ صحاک بن قی نے سینین کی ترتیب

کے لئے مشتری کے نام سے ایک شہر آباد کیا جس میں علماء اور علم کا دنگل بنایا

اور بارہ قصر بروج کے لحاظ سے تعمیر کرائے جن کا نام بھی اہی بروج پر رکھا۔

اہل علم کے مؤلفات اور مصنوعات کو جمع کیا اور علماء کو اسی مقام پر یکجا کیا۔

اس بلدۃ العلم کی تزئین کے بعد کس کو یقین آسکتا ہے کہ یکایک خراب اور برباد

ہوگا۔ لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب انوارِ علم سے صحیح رہنمائی نہیں کی گئی۔ علم و عمل کا

متناسی تو ازن ٹوٹ گیا۔ اور خدائق کے آشکارا ہونیکے بعد بھی اظہارِ حقیقت سے گریز

کیا گیا تو علم نے اپنا دامن عفاف بچالیا۔ یکایک برق کی طرح چمک کر محزنِ انسانی سے

نکل گیا اور سرمایہ حیاتِ انسانی کو سوختہ بنا ڈالا۔

”اس ارتقا کے بعد) اسی زمانہ میں ایک نبی بھیجا گیا جس کا انہوں نے  
انکار کیا اور اس کی شان اور پیغام سے اعراض کیا۔ یہاں تک کہ ان  
میں آپس میں اختلاف ہوا۔ ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ اعراض اور مقاصد  
تصادم پیدا ہوا اور جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ ہر عالم اپنے شہر کا مستقل امام  
بن گیا اور اس کے باشندوں پر حکومت کرنے لگا۔

(ایسی حالت میں) اسکندر یونانیوں کا بادشاہ سرزمین فارس اور  
اور بابل پر حملہ آور ہوا اس نے شہر منہدم کئے سلاطین و جبارہ کے بڑے  
بڑے قصلوں کو خراب کیا۔ عمارات میں جو پتھر اور لکڑیاں ایسی تھیں جن  
ہمت سے علوم کندہ تھے ان سب کو جلا ڈالا اور اصطرخ کے خزانوں اور  
دواوین میں جو علمی ذخائر محفوظ تھے ان کو فارسی سے رومی اور قطبی زبانوں  
میں منتقل کر کے نذر آتش کر دیا۔ علم نجوم۔ طب اور طبیعیات کی کتابوں کو نیز  
علماء اور فضلا کو مہر پھینچ دیا۔ اس تباہی کے بعد علم کے کچھ آثار ہند اور چین  
میں باقی رہ گئے۔

اس کے بعد ان کے اختلافات بڑھتے گئے۔ ہر جماعت کو دوسری جماعت  
سے عصبیت پیدا ہو گئی۔ ہر فرقہ کا ایک بادشاہ بن گیا اور اسی بنا پر ان کا  
یہ عہد ٹوک الطوائف کے نام سے یاد کیا گیا۔

عرصہ تک بابل کا ماہتاب علم محقق میں رہا اور وہ روشنی جو اس نے نجوم کی



وساطت سے حاصل کی تھی شہاب نراقب کی طرح زیر زمین ہو گئی بطلت اور تاریکی کے بادل منڈلانے لگے اور باشندگان بابل عرصہ تک حیات و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہے کہ یکایک ان تضادات نے امید کی ایک لہر پیدا کر دی۔

ابوسہل لکھتا ہے۔

”اہل بابل عرصہ تک مظلوم اور مغلوب رہے۔ نہ تو کسی حریم کی حفاظت کر سکتے تھے اور نہ کسی برائی کو دفع کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ اردشیر پہلے بابک ساسانی نسل کا ایک بادشاہ۔ (تقریباً ۲۲۷ مسیحی میں) تخت نشین ہوا۔ اس نے ان کو متفرق جماعتوں کو متحد کیا۔ ان کے منتشر خیالات کو یکجا کیا ان کے دشمنوں کو زیر کیا۔ شہروں پر تسلط جمایا۔ ان کو ایک مرکز خیال پر جمع کیا۔ ان کی عصبیت کو دور کیا۔ اور ان کے لئے ملک کو ہر طرح سنوارا چنانچہ چین اور ہندوستان میں اپنی کتابوں کی تلاش کے لئے وفود بھیجے اور ان کی نقلیں حاصل کیں (یعنی جو علمی دولت ان کے گھر سے ضائع ہو چکی تھی اس کو دوبارہ حاصل کرنے کی سعی کی) عراق میں جو کچھ آثارِ علمیہ محفوظ تھے ان پر تحقیق اور رسرچ کا کام شروع کر آیا منتشر اور پراگندہ اوراق کو ایک شیرازہ میں منسک کیا اور مختلف مضامین اور مباحث پر کتابیں تالیف کرائیں۔

اس کے بعد اس بادشاہ کے بیٹے سابور نے اس کی اس طرح میں تکمیل کی کہ تمام ان جلیل القدر کتابوں کو فارسی زبان میں منتقل کر آیا جو ہر ممالک میں ملے۔

ملک مصر۔ دورسوس سربانی۔ قیدروس یونانی۔ بطلیوس اسکندرانی۔

اور فرما سب ہندی کے زمانہ میں پائی جاتی تھیں۔ علمائے ان دونوں  
کی شرحیں لکھیں۔ لوگوں کو ان کی تعلیم دی اور وہی دور قائم کیا جو ان کتابوں  
کی تالیف کے زمانہ میں بابل میں پیدا ہو چکا تھا۔ اس کے بعد کسریٰ  
انوشیروان نے جس کو علم سے مخلصانہ محبت تھی۔ ان کتابوں کو جمع کیا اور  
ان پر علمی تجربہ کا آغاز کیا۔

علوم کا ارتقاء فارس میں | ان علوم عالیہ کی نشر و اشاعت نے پھر سرزمین  
فارس کو گلستان علم بنایا اور ان اسفار جلیلیہ کی حفاظت نے ان کو قیمتی خزانوں کا  
ساجدار بنایا۔

ابومعشر کتاب اختلاف الزیجات میں لکھتا ہے۔

”ملوک فارس نے علوم و فنون کی حفاظت اور دنیا میں ان کو باقی  
رکھنے کی بلیغانہ سعی و کوشش کی آفات ارضی و سماوی سے ان کو محفوظ  
رکھنے کی پوری تدبیر کی جتنے کہ انہوں نے کتب خانوں کے ایسے ایسی  
زمین اور طریقہ تعمیر کا انتخاب کیا جو حوادث زمانہ کو برداشت کر سکے اور  
عرصہ تک پائدار رہ سکیں۔ (اسی زمانہ میں) کتابوں کو عقونٹ اور خرابی  
سے دور رکھنے کے لئے سب سے کارآمد چیز خدنگ کی چھال استعمال کرتے  
تھے جس کو توڑ رکھتے ہیں۔ اور انہیں کی اقتدا میں اہل ہندوستان و چین  
اور ان سے قریب تر اقوام اس چھال کو تیر کی کمانوں کی پائڈاری اور

۱۔ ابن ندیم صفحہ ۳۳۲ ۲۔ ابومعشر جعفر بن محمد البلیغی علم نجوم بہت بڑا ماہر تھا۔ اس نے

۲۲۲ ہجری میں وفات پائی۔

چکناہٹ کے لئے بھی استعمال کرتے تھے۔

جب اہل فارس کے پاس دنیا کے علمی خزانوں کے انمول جواہر جمع ہو گئے تو انہوں نے زمین کے اس حصہ کو اور اقلیم کے اوس ٹکڑے کو تلاش کیا جس کی مٹی اچھی ہو اور اس میں عفو ننت کے پیدا ہونے کا اندیشہ کم ہو۔ زلزلہ اور گرہن کے اثرات سے دور ہو۔ اس کی مٹی ایسی ہو کہ گارے میں جلد گھل جاتی ہو اور تعمیر میں عرصہ تک پائدار رہنے والی ہو۔ چنانچہ پوری مملکت میں انہوں نے ان اوصاف کی زمین تلاش کی۔

اصفہان سے بڑھ کر ان کو پوری اقلیم میں کوئی اچھی جگہ نہ مل سکی۔ پھر اس شہر میں بھی اعلیٰ مقام کا انتخاب کیا۔ رستاق جی سے بہتر کوئی مقام ان کو کتب خانوں کے لئے نہ مل سکا۔ رستاق جی کی زمین بھی جملہ حالات کے لحاظ سے موزوں نہ تھی۔ اس لئے مدینہ جی کے خلی

حصہ زمین میں قبند زکوہ پر طرح موزوں پایا اور وہاں تمام علوم کو محفوظ کیا۔ یہ مخزن ہمارے زمانہ تک موجود ہے جو اس وقت سارویہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس عمارت کی جو سے لوگ اس کے بانی سے واقف ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانہ سے بہت پیشتر اس قدم عمارت کا ایک حصہ گر گیا تھا۔ لوگوں نے اس کو دیکھا بھالا اور ایک راستہ کا پتہ چلا یا جو سخت جی ہوئی مٹی سے بند تھا۔ اس حصہ میں متعدد مین کی بہت سی کتابیں توڑکی چھال پر لکھی ہوئی ملیں جو مختلف علوم و فنون پر فارسی خط میں تحریر تھیں۔ یہ انگریزوں کا جمع کیا ہوا سرمایہ تھا۔

(اس حادثہ آسمانی کے بعد جو موسلا دھار بارش سے شروع ہوا تھا) ہندسین نے (لہمورث بادشاہ کے حکم سے جو علوم کا بڑا مرنی تھا) اس سے بہتر آب و ہوا کی زمین کا انتخاب کیا یہ وہی زمین تھی جہاں پر اب سارویہ کی عمارت واقع ہے جو اب تک

مدتیہ جی کے داخلی حصہ میں قائم ہے۔ اس مستحکم عمارت کی تعمیر کے بعد اس بادشاہ نے مختلف علوم و فنون کے جملہ ذرائع کو یہاں محفوظ کر دیا۔ نیز وہ کتابیں بھی پیش منتقل کروائی گئیں جو توڑکی چھال پر لکھی ہوئی ملی تھیں۔ یہ اس عمارت کے ایک حصہ میں اس لئے رکھی گئیں تھیں کہ اس حادثہ کے بعد بطور یادگار آئیوالی تسلوں کے لئے باقی رہ سکیں۔

ابن ندیم کا قول ہے کہ ایک ثقہ شخص نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ ۳۵۰ ہجری

مطابق (۶۹۶) میں اس عمارت کا ایک دوسرا کمرہ دھنس گیا جس کا صحیح حال یہ معلوم ہو سکا کیونکہ اس کی سطح مساوی اور چھت مضبوط تھی لیکن جب یہ حصہ زیادہ پست ہو گیا تو اس میں سے ایسی کتابیں نکلیں جن کا کوئی پڑھنے والا نہیں تھا۔

(ابن ندیم کہتا ہے) میں نے خود اس کا اس طرح مشاہدہ کیا کہ ابو الفضل بن عمیر تقریباً ۳۲۹ھ میں بہت سی کتابیں جو اصفہان کی فضیل میں صندوقوں میں بند تھیں یہاں اپنے ساتھ لایا۔ یہ سب یونانی زبان کی کتابیں تھیں جن کو یوحنا وغیرہ جیسے اہل علم نے پڑھا تھا۔ ان میں فوجیوں کے نام اور ان کی تنخواہیں بھی درج تھیں۔ یہ کتابیں نہایت خراب اور خستہ ہو گئیں تھیں۔ اور ان میں عفونت پیدا ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حال میں ان چڑوں کو دباغت دگیٹی ہے۔ یہ بعد ازاں ایک سال تک خشک کی گئیں تاکہ ان کی بدبو زائل ہو جائے۔ انہی کتابوں میں سے کچھ حصہ اس وقت ہمارے شیخ ابوعلیمان کے پاس موجود ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سارو یہ ان مضبوط و مستحکم عمارتوں میں شمار کی جاتی ہے جو ایام قدیم میں بحیثیت تعمیر کے معجزہ سمجھی جاتی تھیں۔ مشرق میں جس طرح یہ عمارت شہرہ آفاق ہے

یونان میں علوم | سرزمین یونان جس کو مخط الفلاسفہ کہنا چاہیے۔ اپنی تاریخ میں ایسے ہی  
 وحکم کا دور | واقعات کے آثار پیش کرتی ہے۔ ابتدا میں ہی خطہ مہبط حکما بنا فلسفہ اور  
 حکمت کی سوتیں اسی بحر ذخار سے پھوٹیں علم و فضل کے گلستان میں ہمیں موسم بہار آیا۔  
 اور سیاست و تمدن کے ادبستان پر ہمیں شباب آیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔

”میں نے ابو الخیر بن خمار سے ابوالقاسم عسائی بن علی کے سامنے یہ دریافت کیا  
 کہ سب سے پہلے فلسفہ پر کس نے کلام کیا تو اس نے یہ جواب دیا کہ غزوفوریوس الصوری  
 نے اپنی کتاب تاریخ میں (جو سریانی زبان میں تھی) لکھا ہے کہ فلاسفہ سب سے پہلے  
 تھالس بن ماس الاطیسسی ہے۔ ابوالقاسم نے اس بیان کی تصدیق کی اور کہا کہ ایسا  
 ہی ہے۔“

دوسروں نے ہونا غورس کا نام لیا ہے۔ فلوطرخس کا قول ہے کہ ہونا غورس  
 ہی نے اس علم کا نام پہلے فلسفہ رکھا تھا۔ اس کی کتاب ذہبیت کو جالینوس نے  
 سونے کے حروف میں تعظیم لکھوایا تھا۔ اس کے بعد ستقراطہ جو اٹینہ (اتھینز) کا باشندہ  
 فلسفہ کا مجدد ہوا۔ اٹینہ اس وقت ”مدینۃ العلماء و الحکما“ کے نام سے پکارا جاتا تھا  
 ستقراطہ کے قتل کے بعد افلاطون کا ستارہ علم چمکا۔ جو ستقراطہ کے خاص تلامذہ میں  
 افلاطون سے ارسطاطالیس نے بیس سال تک فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب افلاطون  
 اسکندر کی پیدائش کے دن قضا کر گیا تو ارسطاطالیس نے علم کا جھنڈا سرزمین یونان  
 میں نصب کیا۔ جس کے نیچے اسکندر ایسا اولوالعزم بادشاہ بھی درس سیاست و

۱۰  
 حکمت حاصل کرتا رہا جس زمانہ میں اسکندر دنیا کی قوموں سے محاربت میں مشغول تھا  
 ارسطاطالیس اثنیہ پانچ کروٹہ نشین ہو گیا اور وہاں ایک نیرم تعلیم قائم کی۔ اسی  
 دارالعلم کے تلامذہ کو فلاسفہ نے مشائخ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ارسطاطالیس نے  
 منطقیات۔ طبیعیات۔ الہیات۔ اور اخلاقیات پر مقالات مدون کئے جس کی  
 بنا پر یہ مدون فلسفہ و حکمت تسلیم کیا گیا۔ ۱۱

افلاطون کے بعد ارسطاطالیس یونان کے اکابر علماء و فلسفہ میں شمار کیا گیا ہے  
 اس کے انحرافات عقلیہ نے صدیوں تک یونان و روم اور عرب و عجم کو محو حیرت بنا رکھا  
 اس کی کتاب کا ایک ایک ورق فارسی۔ عربی۔ لاطینی اور دوسری زبانوں میں باختلاف  
 ازمنہ دنیا کی مشہور تعلیم گاہوں میں پڑھایا گیا ہے جس نے عقول و اذہان کو عرصہ تک  
 تلاطم میں ڈالا ہے۔

یونان کے اس ارتقا و لاہوتی کے بعد کس کو یقین آسکتا تھا کہ آسمان علم کے یہ ستارے  
 پھر زمین پر پھینک دئے جائیں گے۔ لیکن جب عملیات کا طلسم ٹوٹا اور عملیات کا شیرازہ  
 بکھرا تو یہ سارا خرم علم شجاعت نفسیہ سے جھک کر خاک و سیاہ ہو گیا۔ اور عرصہ دراز تک  
 یونان ظلمت و تاریکی۔ جہالت اور تعصبات کا سرخیمہ بنا رہا۔  
 این ندیم لکھتا ہے:-

و فلسفہ یونانیوں اور رومیوں میں دین مسیحی کی اشاعت سے بہت پہلے شروع  
 ہو چکا تھا۔ لیکن جب رومیوں نے نصرانیت کو قبول کر لیا تو علوم عالیہ کی تعلیم گاہیں  
 یکدم بند کر دی گئیں۔ خزان حکمت نذر آتش کر دئے گئے۔ اور فلسفہ میں محبت و مباحثہ

۱۱  
 سخت مخالفت ہو گئی۔ کیونکہ اس میں بعض ایسی چیزیں تھیں جو شرائع نبویہ کے خلاف  
 تھیں۔ کچھ دنوں کے بعد جب رومیوں نے مذاہب فلاسفہ کی طرف رخ کیا تو  
 لیولیانس بادشاہ روم کے عہد میں ارسطاطالیس کی تصانیف پر تامل سے  
 شرحیں لکھیں اور فلسفہ کو دوبارہ رائج کیا۔ یہ نصراہنوں کے نزدیک دور ارتداد کے  
 لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو لیولیانس کے قتل کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ یہ بادشاہ  
 ساہور کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد قسطنطین کے زمانہ میں روم و یونان میں  
 پھر فلسفہ کی مخالفت کر دی گئی اور یہی حال ہمارے زمانہ تک باقی رہا۔

یونانیوں کی قدیم تاریخ نہیں بتاتی ہے کہ باوجود علم و حکمت کے سایہ میں تہذیب  
 ہونے۔ نجوم و فلکیات کے ادوار اور گردشوں کی معرفت تامہ حاصل کرنے۔ اور ریاضیات  
 و ہندسیات میں کیا نئے زمانے ہونیکے وہ طوائف الملوکی۔ خانہ جنگیوں اور بربادیوں کے  
 ہمیشہ شکار رہے۔ کبھی ریاستیں جدا جدا قائم کیں۔ کبھی قدرس کے زیر اثر رہے۔ کبھی  
 اسکندر کے زیر نگیں اور کبھی رومیوں کے زیر پرچم رہے۔ لیکن علمی دنیا اس وقت جس  
 منزل تک ترقی کر چکی تھی اس کی تاریخی مثال یہ ہے۔

اسحاق الراسب اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔

”بطولوماؤس۔ فیلاولفوس سلاطین اسکندریہ میں تھا۔ یہ جب تخت نشین ہوا  
 تو اس نے خزانہ علمیہ کے تفحص کا حکم دیا اور اس کام کے لئے زمرہ کو مامور کیا۔  
 اس نے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے (۵۴۲۰ء) لوگوں کو پتہ چلایا اور بادشاہ سے  
 یہ عرض کیا کہ علم کا بڑا حصہ سندھ ہندوستان۔ فارس۔ جرجان۔ ارمان۔ بابل۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ رسل و رسائل کا کوئی منظم دستور نہ تھا سفر کے لئے راستے تک محفوظ نہ تھے۔ کس طریقہ پر تحقیقی کام انجام پاتا تھا۔ ساری دنیا کے اکتشافات علمیہ کی تاریخ اسکندریہ کے ایک عالم کے سامنے موجود ہے اور وہ نہایت حسرت سے بڑے بڑے خزانہ علمیہ کا پتہ بتاتا ہے۔ اس ارتقائے علمی و ادبی کے بعد کیونکر کہا جائے کہ دنیا علم کی روشنی سے آشنا نہ تھی۔

احیاء علوم و معارف | عربوں کو جب علم کتاب دیا گیا تو سب سے پہلے ان کے علما کا علم کتاباں | اس کتاب ربانی کے استحضار۔ جمع۔ تفسیر۔ معانی اور

مطاب کے عمل میں مشغول ہوئے۔ اور کتاب نے جس سنت کے اتباع کی ہدایت دی تھی اس پر قوت کے ساتھ عامل رہے۔ اس کے بعد آمرومی اور نامشر سنت (علیہ السلام) کے ایک ایک خط و خال۔ قول و فعل۔ اشارہ و کنایہ۔ اور رموز و نکات کو اسوۂ زندگی سمجھ کر محفوظ کیا۔ اور نہایت وسعت نظری اور فراخ دلی سے دوسری قوموں کے سامنے ان بے بہا ذخیروں کو پیش کر دیا۔ فاران کی چوٹیوں سے علوم و معارف اور حقائق و حکم جو چشمے پھوٹے وہ ارض روم و فارس سے بہتے ہوئے بغداد میں آکر دو آبہ بنے۔

ان کی مقدس کتاب میں تمام قوموں کے عروج و زوال کا ایک صحیح اور سچا نقشہ موجود تھا جس کو وہ بار بار پڑھتے تھے اور دنیا کی گذشتہ قوموں کی مفصل تاریخ۔ اور ان کے علوم و فنون کے ارتقائی منازل کا گہرا نقشہ قلوب پر جاتے تھے۔ اپنی اثرات نے ان کو دنیا کی قوموں کو زندہ کرنے کا۔ ان کے علوم و فنون کو محفوظ کرنے کا۔ اور ان کے تمدن و



ان علماء و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے پہلے حضرت زید بن ثابتؓ ہیں جنہوں نے عبرانی زبان حاصل کی اور نصف ماہ میں ایک خاص مہارت پیدا کر لی۔ اس کے متلومات سے علماء و صحابہ رضیہ کو مستفید کیا۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن سلام صحابی نے توریت سے بہت سے حقائق کو پیش کیا جو عبرانی زبان کے مسلم الثبوت عالم تھے۔ ۱۰

وہب بن منبہ پہلی صدی کے ان مشہور علماء اور فقہاء میں ہیں جنہوں نے تاریخ اسرائیلیا کا بڑا ذخیرہ عربی میں منتقل کیا۔ ان کی کتابوں میں سب سے پہلی تصنیف منجاری ہے۔ اور چونکہ وہ یمن کے ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے انہوں نے تاریخ ملوک حیر کو جو ایک افسانہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ تاریخ کے قالب میں ڈھالا۔ ۱۱

ابن ہشام کی کتاب التیجان انہیں کی روایات پر مبنی ہے۔ ابن ہشام لکھتا ہے کہ وہب بن منبہ نے ۱۰۰ کتابوں کا مطالعہ کیا جن میں ۶۳ کتابیں ایسی تھیں جو مختلف اقوام پر صحف سماوی کی حیثیت سے نازل ہوئی تھیں۔ ۱۲

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عبید بن شریہ جبرہمی نے جو عرب قدیم میں اور عجم کی تاریخوں کا سب سے بڑا عالم شمار کیا جاتا تھا۔ ان اخبار و واقعات، قصص و حکایات کو جو ان گم شدہ اقوام کے عروج و زوال کی اصلی تاریخ کی حیثیت رکھتی تھی حضرت امیر معاویہ کی ہدایت کی بناء پر ایک کتاب کی شکل میں مدون کیا۔

ابن ہشام اس کتاب کے مقدمہ میں روایت لکھتا ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین عمر ابن الخطابؓ کے

زمانہ خلافت میں دس سال تک امیر رہے اور اس کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ)

کے زمانہ میں دس سال تک امارت پر مامور رہے۔ اس کے بعد میں سال تک خود والی رہے۔ مشرقی اور مغربی ممالک کو فتح کر کے بادشاہت کا درجہ حاصل کیا۔

یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ملکیت اختیار کی۔ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں مقصود ہوا۔ اور آخر عمر میں ان کو سب سے زیادہ دلچسپی گذشتہ اقوام کی تاریخ اور افسانہ سے

پیدا ہو گئی تھی جس کو وہ رات کو بطور مسامرہ کے سنا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ جہنمی کو جو گذشتہ زمانہ کے باقی ماندہ نفوس میں ہے۔ لوگ

جاہلیت کا دور دیکھ چکا ہے اور انساب عرب اور زمانہ کے حوادث و انقلابات کا سب سے بڑا عالم ہے۔ رقبہ سے بلایا جائے۔ حضرت معاویہ نے اس کو بلا بھیجا۔

بار بار اظہار اشتیاق کے بعد وہ محل میں لایا گیا۔ یہ ایک مسن شیخ مگر صبح اور ستر آدمی تھا۔ اس کے عقل و ہوش بجا تھے اور زبان بڑی تیز اور فصیح تھی۔ اس نے

دو بار میں داخل ہونیکے بعد ہی خلافت کا سلام ادا کیا۔ امیر معاویہ نے خوش آمد کہا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں تم کو اپنا مودب اور سفیر یعنی افسانہ خوان بناؤں

اس لئے تمہارے خاندان کے لوگوں کو یہاں بلا کر اپنے قرب میں جگہ دیتا ہوں رات کو تم افسانہ سناؤ اور دن کو میرے امور سیاست میں وزارت کی خدمت

انجام دو۔ کچھ لیت و لعل کے بعد وہ یہاں آنے پر رضامند ہوا اور اس کے گھر والے بلائے گئے۔ امیر معاویہ نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی۔ ایک بڑا وظیفہ مقرر کیا

اور غیر معمولی لطف و جہربانی سے پیش آئے۔ شب کو وہ امیر کو افسانہ سنا کر دل خوش کرتا تھا اور ان کے غموں کو دور کرتا تھا حتیٰ کہ امیر ان تمام افسانوں کو نہیں

وہ پہلے سنا کرتے تھے بالکل بھول گئے۔ اور ان نئے افسانوں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

ان افسانوں میں جو واقعات عرب - اشعار عرب اور اخبار عرب سے تعلق رکھتے تھے ان کے متعلق امیر نے ارباب دیوان کو حکم دیدیا تھا کہ وہ سب ایک کتاب کی شکل میں مدون کر دیں۔ لے چنانچہ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے حکم سے یہ اخبار عبید بن شریہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ اس کے بعد عبید بن شریہ عمید الملک بن مروان کے زمانہ تک زندہ رہا۔ لے

افسانہ نویسی اور تدوین تاریخ اہم ماضیہ کے ساتھ ہی عربوں نے علم طب - نجوم اور کیمیا کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ خالد بن یزید بن معاویہ نے طب نجوم اور کیمیا کی کتابوں کا ترجمہ کرایا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔ لے

خالد بن یزید بن معاویہ - جو حکیم آل مروان کے لقب سے مشہور ہے - ایک بڑا فاضل شخص تھا۔ اس کو ادبیت کے ساتھ ساتھ فن صناعت (کیمیا) سے بڑا شوق تھا۔ علم کی محبت اور اس کی اشاعت کا دل میں ولولہ رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے یونانی فلاسفہ کو جو مصر میں آمدورفت رکھتے تھے اور فصیح عربی بڑا درتھے یونانی اور قبطی زبانوں سے فن صنعت کی کتابوں کے ترجمہ پر مامور کیا۔ ابن ندیم لکھتا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں علوم کے ترجمہ کا کام عہد اسلام میں سب سے پہلا ہی قرار پایا ہے۔ (گویا اجتماعی طور پر ترجمہ کا کام عربوں نے پہلی صدی ہجری یعنی ساتویں صدی عیسوی میں آغاز کیا) اس زمانہ کا مشہور عالم کیمیا اصطفیٰ بن قیس تھا جس نے خالد کی ہدایت پر علم صنعت کی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا۔

بنو امیہ کے زوال کے بعد جب نبو عباس نے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو خلیفہ منصور نے کتب قدیمہ کی تلاش جستجو اور ترجمہ و ترتیب کے لئے بطریق کو مامور کیا۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے ابوسہل بن توجت فارسی کو اس خدمت پر متعین کیا۔ جس نے علم نجوم اور ہیئت پر متعدد کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے اے

ابوسہل فضل بن توجت ہارون الرشید کے خزانہ حکمت میں مامور تھا۔ اس نے فارسی سے عربی میں بہت سی کتابیں منتقل کیں اور اس کے معلومات کا دار و مدار فارس کے نوادر پر تھا۔ (اس کو سات آٹھ کتابوں کا پتہ ابن ندیم نے دیا ہے)۔ آبا و اجداد کا علوم قدیمہ سے یہی ذوق و شوق وراثتہ مامون کو ملا۔ جس نے اپنے عہد حکومت میں علم و فن کے تمام شعبوں میں تہایت وسعت نظری اور شاہانہ نوازش سے کام لیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے -

مامون کو چونکہ سلاطین روم سے ایک ارتباط تھا اور وہ اس کی ٹری حکومت خائف بھی تھے۔ اس لئے مامون نے بادشاہ روم سے ان علوم قدیمہ کے تفضیح کی اجازت حاصل کی جو روم میں عرصہ دراز سے محفوظ تھے۔ بادشاہ نے جب اسے منظور کر لیا تو مامون نے حجاج بن مطر۔ ابن بطریق۔ اور سلم صاحب بیت الحکمت کو ان نوادر کی تلاش کے لئے روم بھیجا وہاں سے یہ وفد بہت سے علمی خزانے ساتھ لایا اور انہیں مامون کے سامنے پیش کیا۔ جس کے بعد مامون کے حکم سے خاص طور پر

نجوم - طب - ہیئت - ہندسہ - ریاضیات - اور طبیعیات کے جملہ فنون پر بہتر درجہ  
 ، مصر و یونان سے کتابیں حاصل کر کے ترجمہ کی گئیں۔ ان کی شہرہیں لکھی گئیں اور تمام ملک  
 میں تحقیق و مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا کیا گیا۔ گویا اسی عہد میں بغداد کو ”مدینۃ العلم“ کا  
 لقب ملا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔

محمد - احمد - اور حسن جو بنو شام کے نام سے مشہور ہیں ان علماء نے نبی اکرم  
 کے نواذرتب حاصل کرنے میں سعی بلیغ کی۔ ایک بڑا سرمایہ اس کام کے لئے وقف کیا  
 اور جنین بن اسحاق کو۔ جو یونانی۔ سریانی اور عربی کے ماہرین میں تھا۔ دوسرے علما  
 اور فضلاء کی معیت میں روم بھیجا۔ جنہوں نے فلسفہ۔ ہندسہ۔ موسیقی۔ اور طبیعیات اور  
 طب کی تہاہت عجیب و غریب اور مفید کتابوں کا ترجمہ چلایا۔ ان انمول نواذرتب کو حاصل کیا  
 اور پھر صحت کے ساتھ ان کا ترجمہ کیا۔ ابولیمان المنطقی کا قول ہے کہ بنو مخم ترجمین کو  
 ماہانہ پانچ سو دینار اس خدمت کے لئے دیتے تھے۔ جن میں جنین بن اسحاق۔ حبش  
 بن الحسن اور ثابت بن قرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

”یہ تینوں بھائی بنو موسیٰ کے نام سے بھی معروف ہیں۔ ان علماء نے علوم قدیمہ  
 کی تحصیل میں انتہا کر دی تھی۔ اپنے مال و دولت کا بڑا حصہ صرف کیا۔ کتابوں کے  
 مطالعہ اور تحقیق میں اپنے نفوس کو تھکا ڈالا۔ بڑی رقم خرچ صرف کر کے مختلف ممالک اور  
 بلاد سے علوم قدیمہ کے ترجمین کو طلب کیا۔ اور حکمت کے عجیب و غریب ابواب و مضامین  
 کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان تینوں بھائیوں پر علم ہندسہ۔ جیل۔ حرکات۔ موسیقی اور

نجوم کا زیادہ غلبہ تھا۔ اس لئے انہوں نے انہیں مضامین پر کتابیں تالیف کیں۔  
 قسطنین لوقا نے بھی بلاد روم سے کتابوں کو جمع کیا۔ بعض کا خود ترجمہ کیا اور  
 بعض کا ترجمہ کرایا۔ یہ خود یونانی۔ سریانی اور عربی کا بہت بڑا عالم تھا۔ طب۔ فلسفہ۔ ہندسہ  
 اور موسیقی میں بہارت نامہ رکھتا تھا۔

یوحنا بن ماسویہ نے بھی روم کا سفر کتابوں کی تلاش اور جستجو کے لئے اختیار کیا یہ خود  
 مترجم بھی تھا اور معنف بھی۔ مامون۔ معتصم۔ واثق اور متوکل کے زمانہ تک یہ علمی خدمت انجام  
 دیتا رہا۔ زیادہ تر اس نے طب کی نایاب کتابیں مرتب کی ہیں۔ ۳۵

بختیشوع بن ابی جبریل بھی اس زمانہ میں فن طب کا امام مانا جاتا تھا۔ اس نے ہارون  
 امین۔ مامون۔ معتصم۔ واثق۔ اور متوکل کے زمانہ تک اس فن کی خدمت کی عزت حاصل کی  
 یونانی اور سریانی سے ان کتابوں کے ترجمہ میں۔ حجاج بن مطر۔ قسطنین لوقا۔

حین۔ اسحاق ثنابت۔ حبیش۔ عیسیٰ بن یحییٰ مشقی۔ ابراہیم بن الصلت۔ ابراہیم بن عبد اللہ  
 یحییٰ بن عدی تفسیری وغیرہ قابل ذکر ہیں جنہوں نے ان علوم و فنون پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔  
 فارسی زبان سے جن علماء نے ترجمہ کا کام اعلیٰ معیار سے انجام دیا ہے۔ ان میں آل بو

خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ ابن المقفع۔ موسیٰ۔ یوسف۔ ابن خالد تمیمی

ابو الحسن۔ حسن بن سہل۔ البلاذری۔ احمد بن یحییٰ بن جابر۔ جبلیہ بن سالم کاتب ہشام۔

اسحاق بن زرید۔ محمد بن جیم البرکی۔ ہشام بن القاسم۔ موسیٰ بن عیسیٰ الکردی۔ زادویہ بن شاہ

الاصفہانی۔ محمد بن ہیرام۔ ابن مطیار الاصفہانی۔ ہیرام بن مردان شاہ فارسی۔ عمر بن فرحان

نے مختلف علوم و فنون کا ترجمہ فارسی سے انجام دیا۔ ۳۵

عرب اور علوم ہندوستان کا احیا | ہندی (سنسکرت) سے ترجمہ کرنیوالوں میں منگہ  
 الہندی۔ جو اسحاق بن سلیمان بن علی الہاشمی کی معیت میں ہندی (سنسکرت) سے ترجمہ  
 کرتا تھا۔ اور ابن دھن الہندی جس کے سپرد براہمکہ کا شفاخانہ تھا۔ ہندی زبان کے مترجمین  
 میں معروف ہے۔ لے

اس زمانہ تک طب کی جو کتابیں ہندی سے عربی میں ترجمہ ہو چکی تھیں ان میں قابل ذکر  
 یہ ہیں۔ یہ کتابیں ۳۸۵ھ ہجری تک موجود تھیں۔ ابن ندیم مختلف مواقع پر ان کا تذکرہ کرتا ہے۔  
 (۱) کتاب سرد۔ یہ دس مقالات پر مدون ہے۔ یحییٰ بن خالد برکی نے منگہ الہندی  
 کو جو شفاخانہ پر مامور تھا اس کی شرح کا حکم دیا تھا۔

(۲) کتاب استانکراجماع۔ ابن دھن نے اس کی شرح لکھی ہے۔

(۳) کتاب سیرک۔ عبداللہ بن علی نے ہندی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ ہندی کی پہلی  
 کتاب ہے جو عربی میں ترجمہ کی گئی۔

(۴) کتاب سندساق ۷۷ جس کے معنی صفوۃ النسخ ہیں۔ ابن دھن نے اس کا ترجمہ  
 کیا۔ اور شرح لکھی۔

(۵) کتاب مختصر للمضنی العقاقیر (ہندوستان کی جڑی بوٹیوں کے خواص میں تھی)

(۶) علاجات الجبالی للہند۔ (حاملہ عورتوں کے علاج کے جو طریقے ہندوستان میں

راج تھے ان سے بحث کی ہے)

(۷) کتاب توفشئل۔ اس میں سو امراض کے سو معالجات مندرج ہیں۔

۱۰۰ کتاب۔ روسا الہندی۔ (۱۰) کتاب۔ (۱۱) کتاب۔ (۱۲) کتاب۔ (۱۳) کتاب۔ (۱۴) کتاب۔ (۱۵) کتاب۔ (۱۶) کتاب۔ (۱۷) کتاب۔ (۱۸) کتاب۔ (۱۹) کتاب۔ (۲۰) کتاب۔

(۹) کتاب السکر الہند۔ (حاجی خلیفہ نے لہندی لکھا ہے۔ گویا اس کے زمانہ تک بھی یہ کتاب پائی جاتی تھی)

(۱۰) کتاب اسماء عقاقیر الہند۔ منکہ نے اسحاق بن سلیمان کے لئے اس کی شرح لکھی۔

(۱۱) کتاب رای الہندی۔ سانپ کے اقسام اور ان کے زہریلے اثرات پر ہے۔

(غالباً رای مصنف کا نام ہے) لہ

(۱۲) کتاب السموم۔ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ کتاب السموم شتاق الہندی کی ہے او

پانچ مقالات پر مرتب ہے۔ منکہ الہندی نے اسے ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔

(۱۳) کتاب الحجر الہندی۔ عطار دین محمد نے اس کی شرح لکھی ہے۔

(۱۴) کتاب الوہم فی الامراض والعلل لتوفیق الہندی۔

ہیئت اور نجوم میں جو کتابیں ترجمہ ہوئیں وہ یہ ہیں۔

(۱۵) کتاب اسرار المواید لکنکہ الہندی۔

(۱۶) کتاب القرائات الکبیر لکنکہ الہندی۔

(۱۷) کتاب القرائات الصغیر لکنکہ الہندی۔

(۱۸) کتاب المواید بحدود الہندی۔

(۱۹) کتاب اسرار المسائل لصنہل الہندی۔

(۲۰) کتاب المواید الکبیر لہندی۔

ان کے علاوہ جن مشہور علماء ہند کی طب اور نجوم کی تصانیف ہم تک پہنچی ہیں ان کے

نام یہ ہیں۔



باگھر۔ راجہ۔ سکھ۔ داہر۔ آنکو۔ زنگل۔ جیہر۔ انڈی۔ جباری۔ لہ  
 حیرت ہے کہ اسی زمانہ میں ہندوستان کے مختلف مذاہب پر بھی ایک کتاب دستیاب  
 ہوئی جس میں جملہ فرق کے حالات۔ اخلاق و عادات سے بحث کی گئی ہے۔  
 ابن ندیم لکھتا ہے۔

”مجھ کو ایک جزلا جس کے لوح پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ یہ کتاب فیہ مل اللہ  
 واولیائہا“ (یعنی یہ ایسی کتاب ہے جس میں ہندوستان کے اقوام اور ان کے مذاہب  
 بحث ہے) میں نے اس کتاب کو مذکورہ نسخہ سے نقل کیا یہ یوم حجہ ۳۲۹ ھ  
 ہجری کا مکتوبہ تھا“ (ابن ندیم کہتا ہے) مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ عبارت کس کی تھی  
 لیکن میں نے اس کو پورا پڑھا تو یعقوب بن اسحاق الکندی کی شان تحریر کا پتہ چلتا تھا  
 اس عبارت کے نیچے یہ قصہ بھی اسی کا تب کے ہاتھ کا لکھا ہوا

”بعض متکلمین نے یہ بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن خالد برکی نے ایک شخص کو ہندوستان  
 بھیجا تھا تاکہ وہ وہاں کی جڑی بوٹیاں لائے اور اہل ہند کے ادیان کی ایک تاریخ  
 بھی مرتب کرے۔ یہ کتاب اسی شخص کی لکھی ہوئی ہے۔“

(ابن ندیم کہتا ہے) کہ عربوں کی حکومت میں سب سے پہلے یحییٰ بن خالد البرکی نے  
 ہندوستان کی طرف توجہ کی ہے۔ جس نے ہندوستان کے علوم و فنون کو دریافت کیا۔  
 اور وہاں کے اطباء۔ علماء۔ اور حکماء کو دعوت دی۔ لہ

اس کتاب کے بہت سے مضامین کا خلاصہ ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں  
 دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس موضوع کی کوئی کتاب اس کے پیش نظر ہے۔

اس سے زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ ان اہم علوم کے ساتھ قصص و حکایات اور افسانہ تک کی کتابیں ترجمہ کی گئیں جن میں سب سے مشہور کتاب کلیدہ و دمنہ ہے۔ اس کا متعدد علماء نے ترجمہ اور اقتباس کیا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابوں کا ابن ندیم تیار دیتا ہے۔

(۱) کتاب سدابا و کبیر۔

(۲) کتاب سدابا و صغیر۔

(۳) کتاب البد

(۴) کتاب یوناسف و بلوہر (عالبایہ یوڈاسف و بلوہر)

(۵) کتاب ادب الہند و الصین۔

(۶) کتاب دباک الہندی۔ ایک مرد اور عورت کا افسانہ ہے۔

(۷) کتاب حدود منطق الہند

(۸) کتاب ملک الہند۔

(۹) کتاب شاناق فی التذیر۔

(۱۰) کتاب اطرفی الاشریہ (مشروبات سے بحث کی ہے)

(۱۱) کتاب بید پانی الحکمہ۔

چوتھی صدی ہجری تک ان علوم و فنون کا چرچہ مصر۔ و شام۔ عراق و عجم اور روم و یونان میں اس طور پر ہوا کہ ساری کائنات محو تماشہ بن گئی۔ ارسطو کا فلسفہ۔ اقلیدس کے مقالات۔ بطلمیوس کا علم ہندسہ و سیئت۔ جسطی کے علوم افلاک۔ بقراط و جالینوس کی طب اور تشریح اور ہر مس بابلی کی حکمت اور نجوم کا نہ صرف اکتشاف ہوا بلکہ ان کے

تراجم پر بہت سی شہر میں ان پر متعدد تبصرے اور ان مضامین پر تالیفات کا کام مختلف  
حاکم میں عرصہ تک انجام پاتا رہا۔ ان عنوانات پر بڑے بڑے اسکول۔ ریسیرچ  
سوسائٹیاں۔ اور مجالس بحث و مذاکرہ ملک کے گوشہ گوشہ میں قائم ہوئیں جنہوں نے  
عرب و عجم اور روم و فارس کے مذاقِ علمی میں عظیم الشان انقلاب برپا کیا۔

فاراب کا ترکی نژاد تحصیل علم کے لئے مدینۃ العلم بغداد پہنچتا ہے۔ جہاں کے مشاہیر  
درس سے استفادہ کے بعد وہ شیخ ابو نصر فارابی کے نام سے علمی دنیا میں پکارا جاتا ہے  
جس نے ارسطو کی تمام کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اس کی کتاب النفس کو سو بار پڑھ کر  
اس کے دقائق و معانی کو حل کر چکا ہے۔ اور جو علم سیاست و حکمت میں ماہر ہو تیکے بعد  
علم موسیقی کا مدون تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کی تالیفات اور تصانیف اب تک مدارس اور  
کلیات کے برم درس میں شریک ہیں۔

نجارا کا ایک تو خیر طالب علم دس سال کی عمر میں علم قرآن۔ ادب۔ فقہ۔ حساب  
اور جبر و مقابلہ کے نصابِ تعلیم کو ختم کر کے فلسفہ و منطق اور اقلیدس و محیطی کی تحصیل میں  
مشغول ہوتا ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں علوم طبیعیات و الہیات کا امام تسلیم کیا  
جاتا ہے اور اپنی تالیفات اور تصنیفات کی مقبولیت سے ارسطو کے نام کو بھلا دیتا ہے  
اسے شیخ الرئیس ابو علی بن سینا کے نام سے دنیا آج تک یاد کر رہی ہے۔

سرزمین بغداد سے ایک فلسفی عالم پیدا ہوتا ہے۔ یہ ارسطو طائیس کے فلسفہ و  
منطق اور علوم طبیعیہ و الہیہ پر ایک مبسوط کتاب لکھتا ہے۔ اس کے مسائل پر  
مختلف علماء اور حکماء کے اقوال جمع کر کے ان پر منطقیانہ بحث و تبصرہ کرتا ہے۔  
اور پھر منصفانہ نظر سے ان آراء پر فیصلہ اور دلائل و براہین سے جو ثابت ہوتا ہے

اس کی آزادانہ تصویب کرتا ہے۔ یہ عالم ابو البرکات ہبۃ اللہ بن علی بن ملکان بغدادی ہے جو خلیفہ المستنجد باللہ کے عہد میں موجود تھا۔ فلسفہ ارسطو کے رد میں یہ پہلا عالم ہے جس نے مکمل طور پر نہایت حریت سے قلم اٹھایا ہے۔

ان احتراماتِ علمیہ۔ ایجاداتِ ذہنیہ اور ترقیاتِ طبیعیہ کے بعد یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ بنو عباس کے آخری دور میں علم کے فیوض و برکات نہ تھے۔ فضل و کمال کا چرچہ نہ تھا۔ یافعی اور علمی ترقی مسدود ہو گئی تھی۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ سب کچھ تھا لیکن پھر بھی بغداد کے گلستانِ علم پر یکایک خزاں آتی ہے اور تاتاری طوفان ان تمام مدارس و مجالس کے روشن چراغ کو بجھا دیتا ہے۔ وفائے و خزانِ علمی کو اسی وجہ سے میں جو کبھی علم و معرفت کی موجیں مارتا تھا آج اب کر دیتا ہے اور علمی دنیا زبانِ حال و افسانہ بنتی ہے۔

تلك آثارنا تدل علينا فاطلبو بعدنا من الاثنا  
بنو عباس کے مورخ مولانا شبلی لکھتے ہیں۔

’ممالکِ مشرقیہ کے علم و فن کی ابتدا دولت سے ہوئی جس کا صدر مقام بغداد تھا عباسی حکومت کا مایہ خمیر پارسی اور عیسائی قومیں تھیں اور اسی وقت تک ان کا ہر قسم کا لٹریچر زندہ تھا۔ ان کی آمیزش سے اسلامی علوم و فنون پر ابندہا ہی سے فلسفہ کارنگ آگیا اور گویا ایک مدت تک فقہا اور محدثین بہت کچھ دامن بچاتے رہے لیکن آخر مذہب اور فلسفہ اس طرح شیر و شکر بن گئے کہ آج عقائد کو فلسفہ سے جڑ کر نابہ گزانا نہ گزرا لیکن اسپین کی حالت اس سے بالکل برخلاف تھی۔ اسپین میں اسلامی حکومت کی ترکیب بالکل خالص اور بے مہل تھی۔ یعنی عرب کے سوا کوئی دوسری قوم کا شائبہ نہ تھا۔‘

عرب کے قبائل اس کثرت سے وہاں جا کر آباد ہو گئے تھے کہ اسپین حجاز و نجد کا ایک مرکز بن گیا۔" ۱۵

عربوں نے ایک دوسرا علمی و فکری اسپین میں قائم کیا۔ جہاں ان کی حکومت عرصہ سے موجود تھی۔ لیکن چوتھی صدی ہجری کے وسط میں خلیفہ الحکم نے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کیا۔ یہ بادشاہ نہ صرف علم و دست بلکہ ناشر علم بھی تھا۔ اس نے بہت بڑا کتب خانہ قائم کیا۔ بغداد و مصر و شام سے تو ادرکتب منگائے۔ جدید اصول تعلیم کو مروج کیا اور فلسفہ کے مدارس کا افتتاح کیا۔

فرج انطون، ایک عیسائی مستشرق لکھتا ہے۔

”یہ بادشاہ علم کا بڑا شہسوار تھا۔ اس نے بلاد اندلس میں علوم و فنون کی اشاعت اور ترویج میں شاہانہ اولوالعزمی سے کام لیا۔ بہت سے علماء و فضلاء کو بطور قاصد کے دنیا کے ہر گوشہ میں بھیجا تاکہ وہ قدیم و جدید علوم و فنون کی جملہ کتابیں تلاش کر کے شاہی کتب خانہ کے لئے جمع کریں۔ اس اہتمام کا اتنا بڑا اثر ہوا کہ جو کتابیں شام اور فارس میں مدون ہوتی تھیں وہ ان حاکم میں شائع ہونیکے قبل اندلس میں پہنچ جاتی تھیں اور وہاں ان پر درس شروع ہو جاتا تھا۔ اسکندریہ، دمشق اور بغداد میں بادشاہ کی جانب سے ایجنٹ مامور تھے جو جدید و قدیم علوم کی کتابوں کو بڑی گراں قیمت پر خرید کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے؟“ ۱۶

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب ابو الفرج اصفہانی (صاحب الاغانی) نے اپنی

یکٹائے موضوع کتاب جو اشعار کے انتخابات پر مشتمل تھی مرتب کی تو خلیفہ الحکم نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے تاکہ پہلا نسخہ وہ اس کی خدمت میں نذر کر دے۔ چنانچہ یہ کتاب اندلس میں عراق سے قبل پڑھی گئی۔ اس خاص توجہ شاہانہ نے قصر خلافت میں ایک بڑا مرکز علم قائم کر دیا تھا۔ جس میں نسخین (کاتبین) جلدین (جلد ساز) اور اربابِ عصر کا جمع رہتا تھا۔ شاہی کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔ جب کتب خانہ کی عمارت بدلی جاتی تھی تو ان کتابوں کے حمل و نقل کے لئے کئی ہینے درکار ہوتے تھے۔ اس کتب خانہ کی فہرست ۲۲ جلدوں میں تھی جس میں سوائے کتاب کے نام کے اور کچھ نہ تھا (اس سے اس کی عظمت کا پورا اندازہ کیا جاسکتا ہے) لہ

خلیفہ الحکم خود انساب اور تراجم کا بہت بڑا عالم تھا۔ کوئی کتاب اس کے مطالعہ سے نہیں چھوٹی تھی۔ جب کبھی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا تھا تو اس کے ایک صفحہ پر مؤلف کا نام، نسب، تاریخ ولادت، یوم وفات، کتاب کی اہمیت اور وہ نکات جو اس کے مطالعہ کے نتائج ہوتے تھے۔ سب کو اپنے قلم سے لکھتا تھا۔ یہ اپنے اوقات کا بڑا حصہ ان اہل علم و ادب کے ساتھ بسر کرتا تھا جو قصر شاہی میں بلا واسطہ سے آتے جاتے تھے۔ یہی مورخ لکھتا ہے۔

”فلک علم و ادب کی اس گردش نے ایک ایسا بدیع المثال نتیجہ پیدا کیا جو اس کے پہلے نہ پیدا ہو سکا تھا۔ اور جس کے ذکر کے لئے خود قلمِ نغمہ سرا ہے۔ یعنی اس عہد میں عناصر ثلاثہ یہود، مسلمان اور عیسائیوں میں علم، فلسفہ اور حکومت نے ایسی

خوشگوار اور لطیف آب و ہوا میں ان عناصر کا اختلاط اس مصالحت عظیمی کا باعث  
 ہوا۔ یہاں تک کہ مسلمان۔ یہود اور عیسائی اس سر زمین میں ایک ہی زبان  
 یعنی عربی جو سب سے اچھی زبان ہے بولتے تھے۔ ایک ہی کتاب کو لکھتے اور پڑھتے  
 تھے اور فلسفہ و علوم الہیہ ایک ہی جگہ مجتمع ہو کر حاصل کرتے اور اس سے اپنے  
 قلوب کو منور کرتے تھے۔ ان عناصر مختلفہ میں کچھ ایسی حروت رواداری اور اتحاد  
 پیدا ہو گیا تھا جن کو ہم موجودہ زمانہ (مصریوں کے اتحاد) سے تشبیہ دیکھتے ہیں  
 یا اس سے بھی زیادہ وسعت نظری کے ساتھ یہ اجتماع عظیم پیدا ہوا تھا۔ جس نے  
 تمام ان حواجز اور موانع کی جو ان کی مختلف جماعتوں میں پیدا ہوتے ہیں یکدم دفع  
 کر دیا تھا اور سب کو ایک تمدن اور سیاست کی خدمت کے لئے ہمہ تن مستعد  
 بنا دیا تھا۔ لے

ابن ابی اصیبعہ نے تاریخ الحکماء میں لکھا ہے۔

دو حکم کے زمانہ تک اسپین کے یہودی اپنے مذہبی رسوم اور مسائل فقہیہ میں  
 بغداد کے یہودی علماء کے محتاج تھے اور وہیں سے فتاویٰ منگواتے تھے۔ لیکن  
 جب خلیفہ حکم نے حسدا بن اسحاق کو جو ایک یہودی عالم تھا۔ دربار میں درخشا  
 اور مال و دولت سے مالا مال کر دیا تو اس نے مشرقی ممالک سے تمام مذہبی کتابیں  
 ایک زرخیز سفر کر کے حاصل کیں اور اس وقت سے اسپین کے یہودی بغداد  
 بالکل بے نیاز ہو گئے۔ لے  
 مولانا شبلی نے لکھا ہے۔

”حکم کے طرز عمل نے تعلیم کے دائرہ کو نہایت وسیع کر دیا۔ یعنی مسلمان۔ یہود اور نصاریٰ سب میں فلسفہ و معقولات کی تعلیم پھیل گئی۔ ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان قوموں میں باہمی علمی تعلقات قائم ہوئے۔ یہود و نصاریٰ پہلے ہی مسلمانوں کی شاگردی سے عازر نہ رکھتے تھے لیکن اب مسلمانوں کو بھی غیر مذہب والوں کی شاگردی سے عازر نہ رکھتے تھے۔“

آخر شس اس بزم اجتماع و اتحاد کو نظر لگی آسمان نے گردش بدلی اور زمین نے اس کی ہمنوائی کی۔ ادھر خلیفہ حکم دنیا سے رخصت ہوا اور ادھر یہ تمام فلسفہ و حکمت کے عکس ریز کارخانے ماند پڑ گئے۔ نور افشان انجمنیں سرد پڑ گئیں۔ مجالس علمیہ کے روشن چراغ گل ہو گئے اور اہمول خزاہانے علمیہ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر کر دئے گئے۔

فرح الطون عیسائی مستشرق اس علمی حادثہ کا اس طرح ماتم کرتا ہے۔

”ہائے افسوس کہ یہ سہرے ایام زیادہ دنوں تک نصیب نہ ہوئے خلیفہ حکم

کی وفات کے بعد جب اس کا بیٹا ہشام سربراہ ہوا تو چونکہ وہ بہت ضعیف الرائے

انسان تھا اس لئے منصور حاجب نے اس پر تسلط اور قبضہ جمایا۔ اور حکومت کو

قوی کر نیکے لئے ہشام کو اس امر کی ترغیب دی کہ علماء اور فلسفہ کی بددینی کا علم

کرے۔ چنانچہ قرطبہ جو فلسفہ و حکمت سے معمور تھا۔ یکدم خالی کر دیا گیا۔ اور قصر خلفاء

کی علمی شہرت مٹا دی گئی۔ حتیٰ کہ فلسفہ منطق اور فلکیات کی جملہ کتابیں قرطبہ کے

میدانوں میں جلادی گئیں اور جو کتابیں اس عظیم الشان کتب خانہ میں محفوظ رہ گئی

تھیں ان کو ستے دامنوں مختلف ممالک میں بھیج کر فروخت کر ڈالا گیا۔ نوبت یہاں

یہیں کہ فلسفہ کا ہر طالب علم اپنے کو اور اپنے کتابوں کو جھٹاتا پھرتا تھا سہاؤ تک کہ



اپنے احباب سے بھی تذکرہ نہیں کرتا تھا۔“

یہی مؤرخ آگے چلکر ایک عجیب و غریب نظریہ پیش کرتا ہے۔

”اس حادثہ سے (اس کے سوا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس دور حیات

میں یہ امر مقرر ہے کہ ہر افراط و تفریط کا رد عمل ضرور ہوتا ہے۔“

مراہطین کے زمانہ تک یعنی تقریباً دو صدی اندلس کا بازار علم سرور رہا۔ اس کے بعد موحدین کا دور حکومت آیا۔ جس کا سب سے پہلا خلیفہ خلیفہ عبدالقاسم بن ہونہر تھا۔ اس نے پھر اس بازار کو از سر نو سجا دیا۔ علم و حکمت کی اشاعت کی۔ علماء و فلاسفہ کو دور دور سے بلایا اور علمی خدمات اور مناصب جلیلہ پر فائز کیا۔

ابن زہر۔ ابن باجہ۔ ابن طفیل وغیرہ اس دربار علم کے فیض یافتہ فلاسفہ ہیں جن کی شہرت، علمی تحقیق اور قوت فکریہ نے دوبارہ اندلس کو معدن علم و فضل اور مرکز فلسفہ و حکمت بنایا۔ ابن رشد کو اپنے ایام شباب میں اسی بادشاہ علم کے دربار میں تربیت پانیکا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ اور مدارس کے افتتاح اشاعت علم کے خدمات انجام دینے کا موقع مل چکا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا ولیعہد یوسف بن عبدالمومن سریر آرائے حکومت ہوا۔ جو عربی کا بہت بڑا عالم۔ صحیح بخاری کا حافظ۔ اور فقہ کا مسلم استاد تھا۔ ان علوم سے فراغت کے بعد اس نے فلسفہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ اور اندلس کے مشہور فلسفی ابن طفیل کو مقررین خاص میں داخل کیا۔ ابن طفیل نے اس موقع کو معتمد سمجھ کر اپنے علماء و عرصہ کو دربار میں جگہ دی۔ سب سے پہلے ابن رشد کو جو اس کا بڑا غمخوار دوست تھا خلیفہ کا منقرّب بنایا۔ ابن رشد پر اس زمانہ میں

فلسفہ ارسطو کا غلبہ تھا اور خود خلیفہ یوسف بھی اسی فلسفہ کا دلدادہ تھا۔ اس کی تمنا یہ تھی کہ ارسطو کی کتابوں کی کوئی بہتر شرح لکھی جاتی چنانچہ ابن طفیل نے اس کام کے لئے ابن رشد کا انتخاب کیا۔ ابن رشد اپنے تلامذہ کے سامنے اس واقعہ کو ان الفاظ میں دہراتا ہے۔

”آج ابن طفیل نے مجھ کو طلب کر کے یہ کہا کہ آج امیر المومنین فلسفہ ارسطو کی پیچیدگی کی شکایت اور اس کے مترجمین پر اظہارِ تاسف فرما رہے تھے۔ مجھ سے یہ ارشاد ہوا کہ کوئی شخص ارسطو کی کتابوں کی ایسی شرح لکھتا جو قابلِ فہم ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کام کو انجام دینے کی قدرت رکھتے ہو۔ اور جس حد تک میں نے تمہارے ذہن، فہم اور قوتِ ارادہ کا اندازہ کیا ہے۔ تم اس کے اہل تھے۔ اس لئے تم اس کام کو شروع کر دو۔ کیونکہ میں زیادتی عمر اور دربارِ خلافت کی پابندی کی وجہ سے بالکل محذور ہوں۔ (ابن رشد نے بیان کیا) اسی زمانہ سے میں ارسطو کی کتابوں پر شرحیں لکھنے میں ابن طفیل کی ہدایت کی بنا پر مشغول ہو گیا۔ دراصل ان شروع کے لکھنے کا اصلی سبب یہی تھا۔“

ابن رشد کے ان علمی خدمات نے اس کا رُسوخ اور اعزاز بادشاہ کے یہاں بہت بڑھا دیا۔ چنانچہ ۶۱۵ھ ہجری م (۱۱۶۹ء) میں وہ اشبیلیہ کا قاضی مقرر ہوا۔ (۱۱۸۲ء) میں امیر المومنین نے اس کو ابن طفیل کی جگہ پر اپنا طبیبِ خاص اور قاضی القضاة کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ اس طرح ابن رشد اپنے دادا کی جگہ پر پڑے مرتبے کے ساتھ پہنچ گیا۔

امیر یوسف کے انتقال کے بعد جب خلیفہ یعقوب المنصور یا اللہ تخت نشین ہوا تو

اس نے ابن رشد اور دوسرے علما اور حکماء کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اور ابن رشد پر خاص نظر شاہانہ منعطف کی۔ چنانچہ وہ اپنے اکثر اوقات کو ابن رشد کے ساتھ مسائل فلسفہ بحث و مباحثہ میں گزارتا تھا جس کی وجہ سے اس کا تقرب علما و عصر سے دیکھنا نہ گیا۔ انہوں نے ابن رشد کے تفلسف اور بدیہی کی طرف خلیفہ کی توجہ مبذول کرائی۔ مقوڑے ہی دنوں میں خلیفہ کو ابن رشد سے بدظن کر دیا جس کی وجہ سے ابن رشد نے دربار کی حاضری موقوف کر دی۔ اس کے بعد فقہانے اجتماعی طور پر فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنیوالوں کی بدیہی کا فتویٰ دیا۔ ان کی اجتماعی آواز نے خلیفہ کو متاثر کیا اور وہ تمام طلباء جو ابن رشد کے درس میں شریک ہوتے تھے ان کو خلیفہ کے حکم سے متفرق کر دیا گیا اور ابن رشد کو یسارہ میں اقامت کا حکم ہوا۔ فلسفہ و کلام میں حجت و مذکرہ کی سخت ممانعت کی گئی جس کے لئے ایک منشور سلطانی صادر ہوا۔ اس کے بعد فنون طبیعیہ کی جملہ کتابوں کو حساب، طب، اور مواقیت کے علاوہ جلانے کا حکم دیدیا گیا بعض علماء کی سفارش سے متصور نے ابن رشد کی لغزشوں کو معاف کر دیا تھا اور آخر میں اس کو اور اس کے تلامذہ کو قرطبہ میں آئینکی اجازت دیدی تھی۔ لیکن اس معافی کے بعد ابن رشد ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا اور ۵۹۵ھ بمطابق ۱۱۹۸ء میں وفات پا گیا۔

ابن رشد نے مسند قضا کی خدمت کے ساتھ ساتھ سلاطین کی مصاحبت کا فرض انجام دیا۔ ان کے خیالات و جذبات میں علم و حکمت کی عطر افشانی کی۔ ارسطو کے فلسفہ کا احیا کیا۔ محبیطی کی تالیف کو سنوارا۔ اور عربوں کے ایک مجدد فلسفہ کی تالیف کا

ایسا عظیم الشان کام انجام دیا جو صدیوں تک روم و فارس اور عرب و عجم کے حکماء و فضلاء کا محور خیال بنا رہا۔ یہودی اور نصرانی۔ بربری و ترکی اور مغربی و مشرقی اقوام اس کا ایسا پر جوش خیر مقدم کیا جس نے ارسطو کے فلسفہ کو گویا خواب و خیال بنا دیا۔

اہلیات اور طبیعیات کے اس عالمگیر انقلاب کے بعد۔ عناصر ثلاثہ میں اس عظیم الشان اتحاد کے بعد۔ اور علم و سیاست کی اس وحدت عظمیٰ کے بعد کس مورخ کے قلم میں یہ طاقت بختی گئی ہے جو اندلس کے تباہ کن مناظر کا نقشہ آپ کے سامنے کھینچے۔ اس ہولناک حوادث کی داستان سنائے اور خود روئے اور رولائے۔

بعد از وفات تربت مادر زمین مچو در سینہائے مردم عارف مزار ما است  
فرح انطون عیسائی مستشرق لکھتا ہے۔

”یہ امر کہ فلسفہ ابن رشد نے یورپ میں کیا انقلاب پیدا کیا ایک مفصل تاریخ کو چاہتا ہے۔ اس موضوع پر قلم اٹھانا گویا ایک مفصل کتاب لکھنا ہے۔ کیونکہ یورپ میں اس فلسفہ کی ترویج کی تاریخ کے ساتھ ہم کو فلسفہ یہودیت اور رہبانیت کا پورا نقشہ کھینچنا پڑے گا۔ لیکن تاہم اس امر کا انکشاف بہت ضروری ہے کہ فلسفہ ابن رشد کو یورپ نے کس طرح مقبول بنایا اس لئے مختصر واقعات درج کئے جاتے ہیں۔“

یہودی اور اقوام یورپ میں اس فلسفہ کا ناشر اول ایک یہودی عالم تھا جس کو یہودی موسیٰ ثانی کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اہل عرب ابن عبد اللہ کہا کرتے تھے بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ موسیٰ ابن رشد کے تلامذہ میں تھا۔ اور قرطبہ میں اس کا جہان بھی رہ چکا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ابن رشد بدینی کے الزام میں جلا وطن کر دیا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ اندلس میں اس فتنہ سے قبل تیس سال تک ابن رشد کی مصاحبت میں رہا۔

اس کے بعد سے وہ ابن رشد کے فلسفہ کی تدریس کی خدمت انجام دینے لگا اور ارسطو کے فلسفہ سے اس کا موازنہ کرتا رہا اور ان دونوں کے موازنہ سے یہودیت کے لئے ایک جدید فلسفہ کی بنیاد ڈالی۔ یہود جب اس فتنہ سے تنگ آ گئے تو انہوں نے اندلس کو چھوڑ کر برغصیا اور اس کے قریب کے پہاڑی مقامات میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں فرانسیسیوں سے احتلا پیدا کیا اور یہیں عربی زبان سے مقاطعہ کیا جس میں وہ پہلے تالیف و تصنیف کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی زبان یعنی عبرانی زبان میں فلسفہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا جائے۔ چنانچہ نہایت ہم آہنگی کے ساتھ اس کام کا آغاز ہوا سب سے پہلے جس خاندان نے ترجمہ کا کام شروع کیا ہے وہ طیبوں کے نام سے معروف ہوا جو اندلس سے ہجرت کر کے بونل میں پناہ گزین ہوا۔ اس خاندان کے دو شخصوں نے موسیٰ بن طیبوں اور صموئیل بن طیبوں نے ابن رشد کے خلاصہ کے ساتھ فلسفہ ارسطو کا ترجمہ کیا۔ یہ دونوں ابن رشد کے فلسفہ کے پہلے ترجمین میں ہیں جنہوں نے دوسری زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

اس کے بعد جھوذا بن کوہین الطلیطلی نے جو شہنشاہ فریڈرک کے مقررین میں تھا ۱۲۴۶ء میں طلبِ احکمتہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا انحصار فلسفہ ابن رشد پر تھا اس بادشاہ کے لئے یعقوب بن ابی مریم یہودی نے ابن رشد کی بہت سی کتابوں کا ۱۲۴۴ء میں ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد ۱۲۸۶ء میں کالونیم بن کالونیم نے ابن رشد کی کتابوں کا ترجمہ عبرانی زبان میں کیا۔ چونکہ یہ لاطینی زبان بھی جانتا تھا اس لئے تھاؤ اللھا

ترجمہ اسی زبان میں ۱۳۲۸ء میں انجام دیا۔ ۳۴۴

عربوں کے فلسفہ کا ترجمہ لاطینی زبان میں باضابطہ طور پر طلیطلہ کے سب سے بڑے راہب مونیورورویونڈ (ڈرمیونڈ) کی توجہ سے انجام پایا اس وقت نے طلیطلہ میں ۱۱۳۰ء سے ۱۱۵۰ء تک ایک ادارہ فلسفہ کی کتابوں کے ترجمہ کے لئے قائم کیا جس میں خاص طور پر ابن سینا کا فلسفہ پیش نظر تھا۔

فلسفہ کے علاوہ طب، فلکیات، ریاضیات کی کتابوں کے ترجمہ کا بھی کام شروع کیا گیا جس کی طرف پہلے قسطنطین افریقی، جریرت، افلاطون دی تریفولی، وغیرہ سبقت لے جا چکے تھے۔ اس ادارہ میں علماء یہودی بحیثیت مترجم کام انجام دیتے تھے جن میں قابل ذکر اور مشہور شخصیت یوحنا اشیمیلی کی ہے۔ ان مترجمین نے لاطینی زبانوں میں ابن سینا کے اکثر مؤلفات کا ترجمہ کیا اس کے چند سال کے بعد جراردی کریون، فریدی مولائی نے فارابی اور کندی کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

اس ادارہ ترجمہ کے اکثر ارکان یہودی ہوتے تھے اور کبھی وہ مسلمان بھی اس مدت پر مامور ہوتے تھے جو یورپ سے احتلاط پیدا کر چکے تھے۔ اس ادارہ کا ایک ناظر ادبی ہوتا تھا جو عموماً راہبوں میں سے منتخب ہوتا تھا اور جو یونانی الفاظ کی صحت پر نظر ثانی کرتا تھا۔ غرضکہ بارہویں اور تیرہویں صدی تک خاص طور پر عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کا کام بڑی سرگرمی سے ہوتا رہا اس کے بعد سے یہی کتابیں عبرانی زبان میں منتقل کی گئیں۔

یہی مورخ لکھتا ہے۔

ابن رشد کے فلسفہ کی اشاعت سے قبل عام طور پر یورپ میں لاطینی میں

۳۵  
 چرچا تھا اور اسی نے فلسفہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ان مسائل کو مذہبی علماء نے  
 لاطینی زبان میں ایک مجموعہ کی شکل میں جمع کر دیا تھا۔ لیکن جب عربوں کا فلسفہ  
 یورپ پہنچا تو گویا اسے فلسفہ کی ایک انسائیکلو پیڈیا یا تھ آگئی جو فلسفہ ارسطو اور  
 فلسفہ ابن رشد کا بہترین ذخیرہ تھی۔

۱۲۳۰ء میں مینچائیل اسکوت (SCOTH) نے سب سے پہلے فلسفہ ابن رشد  
 کو یورپ پہنچایا۔ چنانچہ اس کو اہل یورپ نے "سکوس فلسفہ رشدیہ" کے نام سے یاد کیا  
 مینچائیل اسکوت شہنشاہ فریڈرک ثانی کے مقررین علماء میں تھا جو فلسفہ ارسطو کے ترجمہ  
 کا سخت مخالف تھا۔ کیونکہ اس کو ذاتی طور پر عربوں کے فلسفہ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس  
 بعد بھی اس بادشاہ کے عہد میں متعدد مترجمین نے بہت سی کتابوں کا ترجمہ پیش کیا۔  
 یہاں تک کہ تیرہویں صدی کے وسط تک ابن رشد کی جملہ تصانیف کا لاطینی زبان میں  
 ترجمہ ہو گیا۔ گویا اسی بادشاہ نے فلاسفہ اور مترجمین کی فلسفہ کتابوں کے ترجمہ میں  
 حوصلہ افزائی کی۔

یورپ میں اول اول فلسفہ عرب کو شہرت حاصل ہوئی اور کلیات۔ مدارس  
 مکاتب، اور ادارات میں اس کا بڑا چرچا رہا۔ لیکن اس کی مخالفت کے لئے اکلیروس  
 نے ایک ہنگامہ بپا کر دیا کیونکہ اس فلسفہ کے اصول سے مذہب پر بڑا بڑا تباہی  
 ۱۲۰۹ء میں سب سے پہلے مجلس حاکمہ پیرس میں منعقد ہوئی جس میں اکلیروس  
 اموری فیوڈی دینان اور ان کے تلامذہ کو فلسفہ کی تعلیم اور اس کی شروح کی اشاعت  
 میں ملزم قرار دیا ۱۲۱۵ء میں اکلیروس نے فلسفہ ارسطو کی تعلیم کو منع کیا اور ۱۲۳۱ء  
 میں پاپا غریگوریس (گریگوریس) نے فلسفہ عرب کی تعلیم کی عام طور پر ممانعت کر دی۔

اس کے بعد غلیوم دو قرن - لاپوتی البیر اور قدیس تو ما وغیرہ نے فلسفہ عرب کی سخت مخالفت کی۔ قدیس تو ما نے فلسفہ لاپوتیہ کی تائید میں ابن رشد کے فلسفہ کا رد لکھا جس کے متعلق رینان کا قول ہے کہ یہ بہت امکان ہے کہ قدیس تو ما ابن رشد کے بڑے تلامذہ میں ہو کیونکہ وہ بحیثیت فیلسوف ہونیکے شراح عربی کا ممنون احسان ہے۔

قدیس تو ما کی مخالفت میں یورپ کی ایک بڑی جماعت اٹھی جس نے فلسفہ ابن رشد کی پر زور تائید کی حتیٰ کہ کلیہ پیرس میں بہت سے ایسے اساتذہ جمع ہوئے جو ابن رشد کے حامی تھے۔ اس کالج کے آٹھارہ میں تو دفتر ایسے دستیاب ہوئے جن میں ابن رشد کے فلسفہ پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتابیں تیرہویں اور چودھویں صدی تک داخل درس تھیں ان کتابوں کے نشانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ یہ زیر درس رہتی تھیں۔

اس صدی میں فلسفہ ابن رشد سارے یورپ پر چھا گیا۔ چنانچہ جب بادشاہ لوئی لیس پاز دہم نے اصلاح تعلیم فلسفہ کا سکا کلمہ میں ارادہ کیا تو اس نے فلسفہ ارسطو کے ساتھ ابن رشد کی شرح کو بھی طلب کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس شرح کو مفید سمجھتا تھا۔

فلسفہ ابن رشد کی ترویج میں کلیہ بادو (پیڈو) نے بڑا حصہ لیا جو اطالیہ کی مشہور ترین شاہ تھی۔ یہاں سب سے پہلے ابن رشد کی طبی تصانیف درس میں شریک کی گئیں۔ اس کے بعد فلسفہ کی کتابیں پڑھائی گئیں۔ سبولونیا۔ بندقیہ اور فراری وغیرہ سب اس درس گاہ کے زیر اثر تھے سب سے پہلا ناشر اس مدرسہ میں پطرس بابانو تھا جس کو مرنے کے بعد حکومت نے جلا نیکا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد جان دی جانو نے فلسفہ ابن رشد کی حمایت کی جو سلطان الفلاسفہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اور



لونی بندتی نے اس کی اقتداء کی۔ جہاننگ کہ پندرہویں صدی میں فلسفہ ابن رشد  
 اور دوسرے مدارس میں علی الاعلان پڑھایا جانے لگا۔ اس زمانے میں سارا یورپ  
 اس کا گرویدہ بنا۔ لے

ان صدیوں میں چونکہ یورپ مذہبی قیود، فرقہ وارانہ اختلافات اور اوروں  
 پرستی میں مبتلا تھا اس لئے اس نے سب سے پہلے فلسفہ و حکمت ہی کو اپنا تاج بنا لیا  
 تصور کیا۔ چنانچہ جس سرعت کے ساتھ فلسفہ یونان، فلسفہ عرب اور فلسفہ ابن رشد  
 نے مقبولیت تامہ حاصل کی وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ جب کسی قوم کے قوائے عملیہ خارجی  
 اثرات کی بنا پر بیکار ہوتے ہیں یا امتداد زمانہ سے ان میں اضحلال پیدا ہو جاتا  
 ہے تو قوائے فکریہ، طبائع فطریہ، اور قوائے تخیلیہ میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا ہے  
 اور یہ ہیجان اس وقت تک دفع نہیں ہوتا جب تک ان کو کوئی سکون کی منزل  
 نہ ملے۔ یورپ کو جس چیز نے سب سے پہلے آزادی خیال، حریت طبع اور انشراح  
 جذبات کا پیغام دیا ہے وہ یہی فلسفہ ابن رشد تھا جو صدیوں تک مرکز عقول بنا  
 مدارس میں پڑھایا گیا۔ مجالس میں اس پر بحث ہوئی۔ ادارات میں اس پر  
 کتابیں تالیف کی گئیں اور راہبوں کے مذہبی جنگ کے مقابلہ میں یہ طور عقلی تھیار  
 استعمال کیا گیا جس کی وجہ سے یورپ کو تعمیر معمولی فتح حاصل ہوئی اور اس نے سارا  
 برعظیم میں اس فلسفہ کی اشاعت اور تبلیغ کا فریضہ ادا کیا۔

اب لوئس شیخو سیوعی اپنی کتاب آداب العربیہ میں لکھتا ہے۔

السنہ مشرقیہ کی عمومی تعلیم اور عربی کی خصوصی نشر و اشاعت یورپ کی

تاریخ میں نیا کارنامہ نہیں ہے جیسا کہ بعض کا یہ خیال ہے بلکہ فتوحات اسلامیہ ہی کے زمانہ سے ان علوم و فنون کے محاسن اور غرائب کی طرف توجہ کی جانے لگی۔ ان فتوحات نے مشرقی اقوام کو بلاد مغربیہ سے بہت کچھ قریب کر دیا تھا۔ اگر آثار کا تتبع کیا جائے تو اس دعوے کی دلیل میں بہت سے شواہد مل سکیں گے خصوصاً انڈس اور روم میں تو مشرق اور مغرب کا سنگم ہی ہوا اس ارتباط نے بارہویں صدی میں اور قوت حاصل کی جبکہ بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے مشرقی اور مغربی اقوام میں امتزاج کا زیادہ موقع ملا۔

چنانچہ کاٹولیکہ کے گرجانے مشرقی علوم کی تحصیل کے لئے سب سے پہلے قدم اٹھایا اور آثار عربیہ کو لاطینی زبان میں منتقل کیا اس کا رئیس ویرکلون بطرس ۱۰۹۲ء تا ۱۱۵۶ء ان علوم کی سرپرستی کرتا رہا۔ اس نے خود انڈس کا سفر اختیار کر کے عربوں کے حالات کا پتہ چلایا اور تہایت حیرت کے ساتھ ان کے اخلاق و عادات کو جمع کرنے کی سعی و کوشش کی۔ اسی کے زمانہ میں جیو دی کریون ۱۱۵۶ء (میں پیدا ہوا اور) ۱۱۸۴ء تک زندہ رہا جو علوم حکمت کا بڑا شیراٹی تھا اور جس نے عربی زبان حاصل کر کے لاطینی زبان میں بڑے بڑے مصنفین راہزی۔ ابن سینا۔ وغیرہ کے تصانیف ریاضیات، ہیئت اور طب کی کتابوں کا ترجمہ کیا جس کی تعداد ۶۰ تھی۔

۱۱۹۲ء و ۱۲۸۰ء میں ونیک اور فرانسسی راہبوں نے علوم مشرقیہ کی تحصیل اور ان کی درس و تدریس پر بڑا وقت صرف کیا اول الذکر جب پیرس میں ارسطو کے فلسفہ پر لکھ دیتا تھا تو اس کے شروع کو بطور سند پیش کرتا تھا اور اس سے استفادہ کرتا تھا۔

۱۲۵۵ء میں روسا دو مینکان نے پیرس اور بلاوگتھان میں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جس میں عبرانی، عربی، اور رومی زبانوں میں تعلیم دیا جاتی تھی۔

فرانسیسی علماء میں سکوت (ScotH) جس نے طلیطلہ میں عربی زبان حاصل کی تھی مشرقی علوم پر بہت کچھ لکھا رومانی راہبوں نے بھی سامی زبانوں کی خدمت کے ساتھ عربی زبان کی اشاعت کا کارنامہ انجام دیا ہے۔

چودھویں صدی میں پاپا ہوتوریوس نے مشرقیات کا ایک دارالعلوم قائم کیا ۱۳۱۱ء میں جب مجمع علمی کا انعقاد وائٹا میں ہوا تو یہ تجویز پیش ہوئی کہ روم میں اسقف اعظم کے اخراجات سے پیرس میں ملکہ فرانس کی شاہانہ امداد سے اور پولینڈ، آکسفورڈ، سلونیکا میں راہبوں اور پادریوں کے چنڈہ سے عبرانی اور عربی زبان کے مدارس کا افتتاح کیا جائے غرض کہ چودھویں صدی تک اکثر علوم و فنون عربیہ کی نشر و اشاعت کا کام بڑی ہم آہنگی کے ساتھ شروع ہو گیا تھا لیکن اٹھارویں صدی میں یورپ کی فضاءِ حربی نے ان مدارس کو مسمار کر دیا۔

اٹھارویں صدی میں سب سے پہلے ۱۷۹۵ء میں فرانس نے ایک مشرقی دارالعلوم کا افتتاح کیا جس میں عربی، فارسی اور ترکی کی تعلیم دیا جاتی تھی۔ یہی وہ مشہور دارالعلوم ہے جس کی نقل یورپ کے دوسرے شہروں میں کی گئی ہے۔ اس دارالعلوم سے علماء و فضلاء کی بڑی تعداد فارغ ہوئی۔ المانی، فرانسیسی اور اطالوی مستشرقین کے ہمد اولین بننے کا شرف اسی درسگاہ کو ملا۔ ۱۸۹۵ء میں اس درسگاہ کی صد سالہ جوبلی کی تقریب نہایت اہتمام کے ساتھ منائی گئی اس موقع پر اساتذہ اور طلبہ نے علوم مشرقیہ پر بہت سے مفید مضامین لکھ کر پیش کئے۔

یورپ میں علوم مشرقیہ کی ترویج کی ابتدائی تاریخ ہے لیکن اس کے بعد ہی جب اہل یورپ کو ان علوم سے دلچسپی اور شغف پیدا ہوا تو وہ تراجم کے علاوہ خود ان علوم کے محافظ بن گئے۔ جن کی حفاظت کے لئے انہوں نے ادارات علمیہ اور مجالس مشرقیہ کی بناء والی تاکہ اصل علوم بھی عربی زبان میں محفوظ رہیں۔ صاحب آداب العربیہ لکھتا ہے۔

اٹھارہویں صدی کے اختتام پر مشرقی علوم کی اشاعت کا سب سے بڑا ذریعہ

ایشیاٹک سوسائٹی ہے ۱۷۷۰ء میں جزائر ہند مقبوضہ ہالینڈ کے شہر بتویا (باتاویا)

میں سب سے پہلے ایک ایشیاٹک سوسائٹی قائم ہوئی ۱۷۸۰ء میں سرولیم جانسن نے

جنرل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں قائم کی۔ جس نے بہت کامیابی حاصل کی۔ خود سیکرٹری

بہت بڑا مستشرق تھا اور جس نے ان علوم پر متعدد کتابیں تالیف کیں ۱۷۸۰ء میں

بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا۔

اسی زمانہ میں انگلستان میں بھی علوم مشرقیہ کا دار و دورہ ہوا۔ کیمبرج اور آکسفورڈ

کے نصاب تعلیم میں یہ علوم و فنون داخل کئے گئے۔ آکسفورڈ کے زیر نگرانی ایک مطبع قائم کیا

گیا جس نے مشرقیات پر بہت سی کتابیں شائع کیں CARLYLE ، Pocock وغیرہ نے

بہت بڑے خدمات انجام دئے۔ مؤخر الذکر کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا جس نے

آداب العرب پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔

۱۸۲۳ء میں انگریزوں نے بھی ایک ایشیاٹک سوسائٹی قائم کی جس کا نام برٹین

آئر لینڈ رائل ایشیاٹک سوسائٹی رکھا۔ اس سوسائٹی کے قائم کرنے میں وہ انگریز علماء

کوشاں تھے جو علماء علم الآثار تسلیم کئے جاتے تھے۔

مشرقیات کے متعلق فرانسیسی مستشرقین کی کوششوں کا سب سے پائیدار اور مفید

پریس ایشیاٹک سوسائٹی کا وجود ہے جس کو ۱۸۲۱ء میں ڈی ساسی اور اس کے معاصر مشرقین اور شاگردوں نے قائم کیا تھا ۱۸۲۴ء میں سوسائٹی کی طرف سے ایک علمی رسالہ نکالا گیا جو ہر سال دو جلدوں میں شائع ہوتا ہے۔

برین ڈی ساسی مشرقیات میں وحید العصر سمجھا جاتا تھا۔ اس کی کوششوں نے تمام یورپ کو مشرقی علوم کی طرف متوجہ کیا۔ اس کے تلامذہ نے ادبیات مشرقیہ کی تاسیس و تالیف میں ممتاز خدمات انجام دیں۔ خود ڈی ساسی، عبرانی، سریانی، کلدانی، سامری، عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا عالم تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں ایڈٹ کر کے شائع کیں۔ بہت سی لائبریریوں کی تاسیس کی عزت حاصل کی اور تقریباً دو سو سے زیادہ مشرقی تصانیف کی اشاعت کا محرک بنا ۱۸۳۸ء میں وفات پائی۔

جرمن میں بھی اسی عہد میں السنہ مشرقیہ کا عموماً اور عربی زبان سے خصوصاً ذوق قائم ہوا۔ جرمن مستشرقین کے اہل قلم ارباب ہمت نے اس غرض سے ایک جماعت قائم کی جس کے ممتاز ممبروں میں ایوالڈ تھا۔ اس جماعت کی طرف سے ایک مشرقی رسالہ بھی جاری ہوا جس میں عربوں کی تاریخ اور لٹریچر پر بہت سے مضامین شائع ہوئے۔

یہی انجمن ۱۸۲۵ء میں عظیم الشان جرمن ایشیاٹک سوسائٹی کے قالب میں بدل گئی ۱۸۲۷ء میں اس کا خاص علمی رسالہ شائع ہونے لگا۔ یہ سوسائٹی اب تک نہایت غم و استقلال سے اپنا کام انجام دیر رہی ہے چنانچہ اس کی تباہ سالہ جولائی بڑے اہتمام سے منائی گئی۔

فرانس میں اس دور میں علامہ ڈی ساسی کے شاگردوں کا دور دورہ تھا جو علم مشرقیہ کی ترقی اور تحفظ میں اپنے استاد کے قدم بقدم چل رہے تھے۔ اس کے علاوہ بہت

مستشرقین نے علوم عربیہ کی حدیث کا شرف حاصل کیا ہے عربی زبان کے عشاق میں  
 موسیو پیرن کا بھی تمام دماغوں پر قابل ذکر ہے۔ جس نے کثیر التعداد عربی تصانیف کو  
 طبع کرایا۔

غرض کہ انیسویں صدی کے وسط میں فرانس اٹلی۔ جرمنی انگلینڈ ہالینڈ اسٹریا اسپین  
 اور روس میں مشرقی علوم و فنون کا وہ چرچا چلوا جس نے سارے یورپ میں نئی زندگی  
 پیدا کر دی۔ بڑے بڑے اساتذہ مستشرقین ہوئے۔ جن کے ارد گرد تلامذہ کا جمع رہتا تھا۔  
 عظیم الشان مطابع کا قیام عمل میں آیا۔ مفید اور کارآمد سوسائٹیاں ادارے اور چھوٹے  
 چھوٹے حلقے ہائے درس کا افتتاح ہوا۔ ریسرچ اور تحقیقات۔ اکتشافات اور اختراعات  
 کے مدارج طے کئے گئے۔ اسی طریقہ پر مشرقی علوم و فنون نے یورپ میں ایک نئی روح  
 پھونکی۔ اور ان کی اجتماعی زندگی کی ظلمت کو نور سے بدل دیا۔

یورپ کی اس صدائے بازگشت نے سب سے پہلے مصر کو متاثر کیا بڑے بڑے  
 علماء و فضلاء نے تحقیق اور مطالعہ کبر کے متعدد اہم ترین تصانیف کو شائع کیا اور مشرقی  
 علوم و فنون کی ترویج میں اپنے سابقہ قدیم طریقہ تعلیم میں انقلاب پیدا کیا مصری مطابع  
 نے بہت سی نادر الوجود کتابوں کو شائع کر کے علمی دنیا پر عظیم الشان احسان کیا جس کے  
 بعد خود مصری حکومت کو علامہ احمد زکی بابک کی پرزور تحریکوں کی بناء پر علوم قدیمہ  
 کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ ہوئی اور محمد سعید پاشا وزیر مصر نے بڑی حوصلہ افزائی  
 کے ساتھ ان تحریکات کو علمی جامہ پہنانے میں ان کی معاونت کی۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء میں  
 ایک باضابطہ مجلس کا انعقاد ہوا جس میں علوم و فنون عربیہ کی اہم ترین نادرہ روزگار  
 کتابوں کا انتخاب کیا گیا۔ اور ایک نظام العمل مرتب ہوا جس میں بہت سے علماء

ہندوستان کی رائیس شریک کی گئیں پھر یہ قرار پایا کہ اس نظام اعلیٰ پر مصری حکومت کو سبب از خلید توجہ مبذول کرنا چاہیے تاکہ ان نواد کی اشاعت سے علمی دنیا کو استفادہ کا موقع مل سکے اور ایک بڑی رقم اس نظام اعلیٰ کی تکمیل میں صرف کی جائے۔

جس میں غایتہ الادب فی فنون الادب للنویری مسالک الابصار فی ممالک الامصا  
لابن فضل اللہ العمری پر خاص توجہ مبذول کی گئی۔

ہندوستان میں سب سے پہلی مشرقی مجلس ایشیاٹک سوسائٹی آف کلکتہ ہے جو سیرم  
کے مساعی سے ۱۸۳۰ء میں وجود میں آئی جس نے مخلوطات فارسی اور عربی کو نہایت عمدگی کے  
ساتھ طبع اور شایع کیا اور اب بنگال ایشیاٹک سوسائٹی اپنی خدمات کو انجام دیر ہی ہے  
اس کے علاوہ کوئی باضابطہ مجلس ان مقاصد و اغراض علمیہ کے مد نظر قائم نہیں ہو سکی البتہ  
بعض علماء اور فضلا، اپنے خالص علمی ذوق کی بنا پر متعدد کتابیں تصحیح کر کے شائع  
کرتے رہے ان کے حواشی مرتب کئے اور مخصوص طور پر مقدمہ مدون کیا جن میں مولانا  
عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جنہوں نے  
فقہ و حدیث کی بعض اہم اور نادر دیدہ کتابوں کو شائع کر کے ہماری آنکھوں میں نور پیدا کیا  
مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جن کے شغف تحقیقی نے ہم تک جامع  
صحیح بخاری کا ایک نایاب نسخہ پہنچایا ہے اور جس کو ہم اب تک درسیات میں متجسسانہ نظر  
دیکھتے ہیں۔ یہ حدیث کی ایک مکمل خدمت شمار کی جاسکتی ہے جس کا شرف ایک ہندی  
عالم کو نصیب ہوا اسی کے ساتھ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم والی بھوپال کو  
بھی قلمی کتابوں کی اشاعت کا شوق دامنگیر ہوا چنانچہ بہت سی کتابیں خاص طور پر تصحیح  
اور تخریج کے ساتھ طبع کرائیں۔ اور علمی دنیا میں ایک خاص شہرت حاصل کی۔

متفرق کوششوں سے بعض مطابع میں مخصوص علوم و فنون کی نشر و اشاعت کا کام  
ہندوستان میں انجام پاتا رہا لیکن کوئی باضابطہ ادارہ یا سوسائٹی قائم نہ ہو سکی جس کی  
ضرورت غرضہ سے ملک میں محسوس کی جا رہی تھی۔

اس ضرورت کا حقیقی احساس نواب غلام الملک (مولانا سید حسین صاحب بلگرامی  
سزوم و منصور کو ہوا۔ نواب صاحب مرحوم مشرقی علوم و فنون سے گہرا شغف رکھنے کے  
باوجود انگریزی زبان کے مسلم الثبوت اویب۔ فرانسیسی زبان کے عالم اور آخر وقت  
فارسی و عربی کے ایک اسکالر (طالب علم) کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے۔  
انہوں نے بحیثیت ناظم تعلیمات سرکار نظام سب سے پہلے مشرقی علوم و فنون کی حفاظت  
اور ان کی نشر و اشاعت کی تحریک پیش کی ان کے مساعی جمیلہ سے حکومت آصفیہ نے  
ایک اسٹیٹ لائبریری کتب خانہ آصفیہ کے نام سے قائم کرنے کی منظوری عطا فرمائی  
جس میں توادر کتب کی حفاظت پر خاص توجہ مبذول کی گئی اور اب اس کتب خانہ  
میں تقریباً ۲۲ ہزار کتابیں فارسی و عربی کی محفوظ ہیں۔

اس مقصد کی تکمیل کے ساتھ ساتھ وہ اس اہم ترین نشاۃ علیہ کی طرف متوجہ  
ہوئے کہ علوم اسلامیہ کے احیاء کے لئے ایک خاص مجلس قائم کی جائے جس میں ان  
علوم و فنون کی کتابیں طبع اور شائع کی جائیں جو زمانہ کے ہاتھوں ضائع اور برباد ہو چکی  
ہیں۔ ان کے اس احساس کو قوی کرنے میں بڑا ہاتھ مولانا ملا عبد القیوم صاحب مہوم  
کا ہے جو ایک جدید فاضل ایک پر جوش مخلص رہنمائے قوم اور نہایت آزاد خیال بزرگ  
تھے ان کے دل میں اسلامی علوم و فنون کی غیر معمولی عظمت تھی اور اس مقصد کی تکمیل میں  
وہ تاحیات داعی، درمے، نسخے، کوشاں رہے۔ اس قسم کے علمی ادارہ کی تاسیس میں



ایک اور فریضہ عزت مولانا انوار اللہ خان صاحب نواب نصیحت جنگ مرحوم معین الہام امور مذہبی کی شہساز ہی جنہوں نے نہ صرف اپنے علمی مذاق سے ادارہ کو مستفید فرمایا بلکہ شاہانہ انعطاف اور قومی التفات کے باعث اپنے غرضکے مشرق و مغرب کے ان اساطین علم و فضل نے جن کو مر بیان تعلیم دکن کے لقب سے یاد کرنا چاہیے نہایت ہم آہنگی اور مستعدی کے ساتھ انہیں اغراض عالیہ کے منظر ایک مجلس بنام دائرۃ المعارف قائم کر نیکی تجویز پیش کی۔

رقمہ رفتہ اس خالص علمی مقصد سے علماء و فضلاء اور امرادکن کو دلچسپی پیدا ہوئی چنانچہ تنظیم اول کے وقت ہی سب سے پہلے نواب سر وقار الامراء بہادر معین الہام عدالت و تعلیمات نے نہایت پرجوش طریقہ پر اس کا خیر مقدم کیا اور صدارت قبول فرما کر اس مجلس کو اعزاز بخشا نواب صاحب مذکور الصدر کو علوم اسلامیہ سے گونا گونا گویا مقرر کیا لیکن ان ارکان مجلس کی مستعدی علمی دلچسپی اور مخلصانہ خدمات نے اُس کی طرف اس حد تک متوجہ کیا کہ ابتدائی اجلاس میں جو ۲۹۲ شرکت میں منعقد ہوا ایک افتتاحی تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

”ملا جند القیوم اور نواب عماد الملک نے علوم اسلامیہ اور فنون قدیمہ کو حواشی زمانہ سے محفوظ کرنے کی طرف مجھے متوجہ کیا واقعہ یہ امر فسوس کے قابل ہے کہ علوم اسلامیہ اور حقائق تاریخیہ کا بڑا حصہ زمانہ کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو رہا ہے، اور ہم تماشہ دیکھ رہے ہیں ہمارا فرض اولین ہے کہ ان قیمتی ذخائر کی حفاظت نشر و اشاعت اور بقا کی پوری جہد و تہجد کریں تاکہ موجودہ قومیں ان سے مستفید ہو سکیں اور آئندہ نسلیں اپنے لئے سرمایہ حیات بنا سکیں۔“

اس خیال کو میں نے بنظر استحسان دیکھا اور ان فرائض کی ضرورت کا احساس کے  
ایک علمی مجلس دائرہ المعارف کے نام سے قائم کر نیکی تجویز کو میں نے پسند کیا جس کا ہم  
مقصد یہ رکھا جائے کہ علوم عربیہ کی ان نادرا الوجود کتابوں کو صحت کے ساتھ طبع

اور شائع کیا جائے جو تباہی اور بربادی میں پڑی ہوئی ہیں۔“

رئیس مجلس کے ان مخلصانہ جذبات نے اصحاب علم و فضل ارباب ہمت اور اکابر  
حکومت کو ہمہ تن مستعد کر دیا چنانچہ مولانا مفتی محمد سعید مدرسی۔ مولانا سید مظفر الدین نواب  
وقار الملک۔ نواب محسن الملک۔ نواب اقبال یار جنگ اور نواب رحمت یار جنگ بہادر  
وغیرہ اس کی امداد اور سرپرستی کے لئے تیار ہو گئے۔ اور ڈاکٹر سر سید احمد۔ مولانا شبلی۔  
مولانا حالی اور مولانا عبدالحی خیر آبادی جیسی اہم ترین شخصیتوں نے اس کی رکنیت کو  
قبول فرما کر اس کے مقاصد علمیہ کے معاون بنے۔

نواب سر وقار الامرا بہادر نے بہت جلد بوساطت نواب سر آسمانجاہ بہادر  
مدار الہام وقت اس مجلس کے اغراض و مقاصد کی اہمیت اور عظمت۔ اس کی ضرورت  
اور ملک کی معاونت کے متعلق ایک عرضداشت اعلیٰ حضرت غفران مکان میر محبوب علیخان  
نظام الملک آصفجاہ سادس کی پیشگاہ اقدس میں گزرائی جس میں شایانہ توجہ اس مجلس کی  
امداد اور سرپرستی کی طرف متعطف کرائی۔ اعلیٰ حضرت غفران مکان نے نہایت خندہ پیشانی سے  
اس ادارہ کی امداد اور سرپرستی کو قبول فرمایا اور ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ کو منشور  
ضروری سے سرفراز فرمایا گیا۔

اس اعزاز شاہی کے بعد سے ارکان مجلس نے زیادہ حوصلہ افزائی کے ساتھ زیر  
صدارت نواب سر وقار الامرا علمی خدمات کا آغاز کیا اور ہر سہ ماہی نادر الوجود کتابیں

طبع اور اشاعت کے لئے منتخب کیں اور کافی دیدہ ریزی کے ساتھ علماء و فضلا نے اسے پس مرتب کر کے شائع کیا جن میں قابل ذکر کئی اعمال آٹھ جلدوں میں تذکرۃ الحفاظ چار جلدوں میں مسند ابی داؤد طیالسی اور استیعاب دو جلدوں میں طبع ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ ان علماء و فضلا، ارکان و صدر مجلس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جن کے مساعی جمیلہ سے یہ اہم کام انجام پائے۔

## دائرہ المعارف کا دو جلد

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان عینخان بہادر خلد اللہ ملکہ و دولتہ کا عہد میمان دولت آصفیہ کی تاریخ میں ایک جدید دور کا افتتاح کرتا ہے جس کو زمانہ دور عثمانی یا تاریخ عہد عثمانیہ کے الفاظ سے یاد کریں گی اس خورشید علم کے طلوع ہوتے ہی آثار علمیہ سے ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا گیا ہر ذرہ اکتساب فنور کر کے چمک اٹھا اور شب کی ظلمت علوم و معرفت کے خزانوں برقیہ سے کافور ہو گئی۔ جامعہ عثمانیہ حبیبی بیگانہ روزگار یونیورسٹی کا افتتاح ہوا جس میں علوم مغربیہ اور مشرقیہ کا امتزاج ہوا دارالتالیف دارالترجم کی تاسیس ہوئی جس نے مصر بغداد اسپین اور قیروان کے اوراق تاریخ الٹ دئے۔ قریہ قریہ میں مدارس اور معابد کی بنائے دکن کو ایک جدید راہ علم پر چلا دیا۔ ملک کے آثار قدیمہ معابد عتیقہ اور اخبار تاریخیہ کی بقا کے لئے دفاتر قائم عمل میں آیا۔ عمارتیں ایچٹہ اور ایلور کی قدیم یادگاروں کی حفاظت کے لئے خزانوں عامرہ کے دروازہ کھول دئے گئے (جس کے صحیح اعداد پر جناب مولوی غلام نیر دانی صاحب

۲۸  
 ناظم آثار قدیمہ بہترین طریقہ پر روشنی ڈال سکتے ہیں جن کے مساعی جمیلہ نے اس محکمہ کو  
 بقا و دوام کی سہی صورت پیدا کر دی ہے)

ان ہی فیوض و برکات عثمانی کا ابر میاں - علم و فضل - اخلاق و آداب - آثار  
 و اخبار - صنائع و بدائع - ترقیات عامہ و تجاویز فارسیہ کی باریش سے ذرا ہٹے و کن  
 بقا ح ہند - سرزمین عرب و عجم کو سیراب کر رہا تھا کہ یکا یک صدف معارف میں بھی ایک  
 ایک قطرہ ٹپکا جو گرتے ہی دائرہ بنا۔

حاجی لاہلی <sup>۱۳۳۸ھ</sup> علی حضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ نے اس ادارہ کی طرف توجہ  
 شاہانہ مبذول فرمائی اور تصحیح کتب قدیمہ کے لئے ایک جدید محکمہ کے قیام کی منظوری عطا  
 فرمائی جس پر فرمان خسروی نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر الہام فیٹانس - نواب  
 عماد الملک بہادر میر علیس دائرۃ المعارف اور نواب مسعود جنگ بہادر متعدد مجلس نے  
 اس ادارہ کی جدید تنظیم کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور اس جدید اعزاز شاہی کے بعد  
 ہی ان کا فرما ہستیں۔ نے اس کے خدمات علمیہ میں توسیع اس کے مقاصد کی تکمیل  
 اور دیگر اہم وسائل کی تعمیر کی طرف توجہ مبذول کی ایک دارالتصحیح قائم کیا گیا علماء  
 فضلاء کا انتخاب عمل میں آیا۔ اہم اور نادر الوجود کتابیں منتخب کی گئیں ان کے متعدد  
 قلمی نسخے فراہم کئے گئے جن پر مقابلہ اور تصحیح کا کام انجام دیا گیا۔ اور نہایت محنت اور  
 جانفشانی سے یہ کتابیں حلیہ طبع سے آراستہ ہوئیں۔

اس وقت تک اس ادارہ نے جملہ علوم و فنون کی ۸۷ کتابیں طبع اور شائع  
 کی ہیں جن میں بعض کی بارہ اور بعض کی آٹھ جلدیں بھی ہیں اس طور پر تقریباً دو سو جلد  
 کی اشاعت کی خدمت کے انجام دینے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔

تاریخ میں (۵) تراجم میں (۷) رجال میں (۴) فلسفہ و طبیعیات میں (۲۰) عقائد میں (۸) کلام میں (۳) ہیئت و مناظر میں (۲) سیر میں (۲) تصوف میں (۶) ادب میں (۵) لغت میں (۴) فقہ و حدیث میں (۱۲) اور بعض دوسرے علوم و فنون کی کتابیں بھی ایک ایک طبع ہو چکی ہیں۔

ان نوادر کی طبع و اشاعت پرنس نے ایک گرانقدر رقم صرف کی ہے اور یہ اہتمام کے ساتھ اس کام کو انجام دیا گیا ہے بطور مثال بعض کتابوں کا تذکرہ خالی از وچسپی نہ ہوگا۔

۱۔ جہرہ ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ جو لغت کی پہلی مبسوط کتاب ہے جس کے لئے ہندوستان پیرس اور انگلستان کے قدیم نسخے جمع کئے گئے اور سات نسخوں کے مقابلہ کے بعد یہ کتاب تین جلدوں میں طبع اور شائع کی گئی اور ایک انڈکس شائع کیا گیا۔

۲۔ سنن کبریٰ مصنفہ امام بیہقی المتوفی ۵۵۵ھ جو حدیث کی ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے جس کے متعلق علماء و فضلاء نے متنقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ امام بیہقی نے سب سے پہلے نصوص شافعیہ کو دس مجلدات میں دین کیا ہے جو محدثانہ اصول پر مبنی ہے۔ اب تک آٹھ جلدیں اس ضخیم کتاب کی شائع ہو چکی ہیں جس پر مصر مدراس اور امپور لاہر بربری کے نسخوں سے تصحیح کا کام انجام دیا گیا ہے۔

۳۔ دررکامنہ مصنفہ حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ۔ آٹھویں صدی ہجری کی مبسوط تاریخ ہے جس میں علماء، فضلاء، حکماء، سلاطین و زراء، امراء، شعراء اور حتیٰ اکہ معمولی عہدہ داروں کے حالات قلمبند ہیں۔ مشاہیر خواتین کے تذکرے بھی اس کتاب کی اہم خصوصیت ہے۔ چار جلدوں میں مختلف قلمی نسخوں سے مقابلہ کے بعد

شائع کی گئی ہے۔ ۵۰

۴۔ نزہۃ النواظر مصنفہ مولانا حکیم عبدالحی صاحب مرحوم۔ دررکامنہ میں ہندوستان کے مشاہیر کا تذکرہ خال خال تھا اس لئے تاریخی اہمیت کا لحاظ کر کے نزہۃ النواظر بطور ضمیمہ دررکامنہ شائع کی گئی تاکہ اس نقص کی تکمیل ہو سکے۔ اس کتاب کی اشاعت سے ہندوستان کی آٹھویں صدی ہجری کی تاریخ کا باب منکشف ہوتا ہے۔

۵۔ معجم الامکنہ اس کتاب کے ذیل میں ہندوستان کے قدیم بلاد اور ماکن کا جغرافیہ مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے۔ جو اپنی حیثیت سے دیگر ممالک کے لئے پہلی چیز ہے۔

۶۔ کتاب الیقین لابن ہشام ملوک حمیر کی سب سے قدیم تاریخ جس کا ذکر ابتدا میں کیا جا چکا ہے نہایت اہتمام سے طبع اور شائع کی گئی ہے جس پر ایک فاضل مستشرق نے حواشی بھی لکھے ہیں۔

۷۔ اخبار عبید بن شریہ۔ جو عربوں کے افسانہ نگاری کی ابتدائی تاریخ پر شاہد ہے اس ادارہ کے اہتمام میں شائع ہو چکے ہیں۔

۸۔ رسائل بوعلی سینا جس کا ایک مجموعہ مصر و یورپ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کو چھوڑ کر بقیہ رسائل ۴ کی تعداد میں طبع کئے گئے ہیں۔

۹۔ رسائل فارابی جس کا ایک ایک صفحہ مقالات ارسطو کا ہمزون ہے اس کا اکثر حصہ یہاں طبع ہو چکا ہے۔

۱۰۔ تنقیح المناظر مصنفہ کمال الدین ابو الحسن الفارسی۔ جو علم مناظر و مریاکی اہم ترین کتاب ہے اور علامہ ابن ہشام کے متون کی شرح ہے۔ علامہ موصوف اپنے عصر کا ریاضی ہیئت نجوم میں امام وقت تسلیم کیا گیا ہے اور علم مناظر کے اصول کا

۵۱۔ دون اول مانا گیا ہے۔ عرصہ تک یورپ اس کی اہم ترین تصانیف سے مستفید ہوتا رہا۔

## نظامِ عملِ جدید

مجلسِ دائرۃ المعارف گزشتہ تین سال سے ایک جدید نظامِ عمل کی تکمیل میں ہمہ تن مشغول ہے۔ یہ نظامِ عملِ علماءِ شام و حجاز، فلسطین، مصر و عراق، مستشرقینِ یورپ اور دیگر افاضل کی متحدہ رائے سے مرتب کیا گیا ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی ۱۴۰ نادرا و نادر کتابیں ہیں گویا یہ اپنی حیثیت سے پہلا نظامِ عمل ہے جو مختلف ماہرینِ فن ادبا و محققینِ زمانہ اور مبصرینِ علومِ قدیمہ کی خیالات کا آئینہ ہے۔

اس وقت تک اس نظامِ عمل کی متعدد اہم کتابیں تصحیح سے فارغ ہو چکی ہیں۔ جن میں قابل ذکر کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ کتاب المنتظم لابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ تاریخ کی ایک مبسوط کتاب ہے اس کی پانچویں چھٹی ساتویں جلدیں قسطنطنیہ اور پیرس کے نسخوں سے پروفیسر کرنگو مرتب کر رہے ہیں۔

۲۔ کتاب الجاہر فی معرفۃ الجواہر للبیرونی المتوفی ۴۳۰ھ۔ یہ فلکیات کی معروف ترین کتاب ہے جو اس سے قبل مصری حکومت کے لائحہ عمل میں بھی شریک تھی۔ نین نسخوں سے اس کی تصحیح کا کام انجام پا چکا ہے اور اب یہ زیر نظر ثانی ہے۔

۳۔ تاریخ کبیر امام بخاری۔ رجال تاریخ کی سب سے پہلی اور معتد علیہ تصنیف جو عرصہ تک ائمہ فن کی جواہر نگاہ رہ چکی ہے قسطنطنیہ اور مصر کے نسخہ سے رفقہ دائرۃ المعارف مرتب کر رہے ہیں۔

یہ منطقی، فلسفہ اور اہلیات کے مضامین پر مکتوی ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق یہ لکھا جا چکا ہے کہ اس کے مصنف نے فلسفہ ارسطو کے خلاف ائمہ فن کی رائےں درج کی ہیں اور پر زور طریقہ استدلال سے ان کی تصویب اور تعلیط کی ہے۔ قسطنطنیہ کے ایک قدیم نسخہ کے مکتوبہ نسخہ سے رفقا، دائرۃ المعارف مقابلہ اور تصحیح کا کام انجام دیر ہے ہیں۔

۵۔ متوسطات شیخ نصیر الدین طوسی -

یہ رسائل یونانی ماہرین ہندسہ، اور ریاضیات کے شروع کی حیثیت رکھتے ہیں، جن پر اپنے اپنے زمانہ میں مختلف کالمین فن نے زور قلم صرف کیا ہے۔ شیخ نصیر الدین طوسی جو ساتویں صدی کا مشہور عالم ریاضیات گزرے۔ اس نے نہایت اہتمام و صحت کے ساتھ ان رسائل کو مدون کیا ہے۔ ان رسائل کا قلمی نسخہ ۲۳۳ھ کا مکتوبہ رامپور لاٹھیری میں محفوظ ہے۔ جس سے نقل و مقابلہ کا کام جاری ہے۔

ان رسائل کی عظمت کا اندازہ خود مصنف کی اس تحریر سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ”میں نے جب اس امر کا ارادہ کیا کہ ان کتابوں کو مدون کروں جو متوسطات کے نام سے معروف ہیں یعنی وہ کتابیں جو ترتیب تعلیمی میں کتاب اصول اقلیدس اور کتاب محسطی لیبلیوس کے درمیان ہیں وسط کا درجہ رکھتی ہیں تو سب سے پہلے کتاب مانالا و سنی الاثکال الکبریہ کو میں نے حاصل کیا اور اس کے متعدد نسخوں کو جمع کیا۔ جن میں آپس میں بڑا اختلاف تھا۔ مسائل کی کوئی توضیح نہ تھی، اور اصطلاحات میں بڑی سچیدگی تھی جیسے اصطلاح مالانی، اصطلاح ابی الفضل احمد بن سعد المہروی وغیرہ یعنی بعض بالکل ناقص



اور ناتمام اور بعض غلط نظر آئے۔ ان حالات کو دیکھ کر کتاب کے مسائل کی تشریح میں میں بہت متحیر ہوا یہاں تک کہ اصلاح امیر ابی نصر منصور بن عراق رحمہ اللہ دستیاب ہوئی جس سے میں بہت سے پیچیدہ مسائل کو بقدر استطاعت حل کر سکا۔ وما توفیقی الا باللہ۔“

ان فنی کتابوں کے علاوہ معرقہ علوم الحدیث للحاکم مصححہ ڈاکٹر معظم حسین رضا عربک پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی، تتمہ صنوان الحکمیۃ للہبھی مصححہ ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔ اعراب القرآن لابن خالویہ مصححہ پروفیسر کرنکو زیر طبع ہیں۔ یہ امر بھی ہم خادمان علم کے لئے بے حد لائق افتخار ہے کہ علامتہ سلطان العلوم خسرو خلد اللہ ملکہ و متعنا اللہ بطول حیاتہ الذهبیہ کی حسن عہد فیضی کی مہیون اور مبارک تقریب کے موقعہ پر مجلس دائرۃ المعارف اپنے مجوزہ نظام عمل پر عملی قدم بڑھا چکی ہے مختلف کتب خانوں سے نقل و مقابلہ، نوادر کے فوٹو، اور بڑی اہم اور مفید کتابوں کی تصحیح اور ترتیب کام بجز اللہ جاری ہے۔ جو انشاء اللہ نہایت عہدگی کے ساتھ جلد طبع اور شائع ہو سکیں گی۔

گذشتہ پچیس سال کے دور میں اس ادارہ نے جن علوم و فنون کی نادر اور نایاب کتابوں کو طبع اور شائع کیا ہے ان کی عظمت کا لحاظ کر کے اب صحیح معنوں میں یہ دائرۃ المعارف کے نام سے مشرف ہونے کا قابل ہو گیا ہے۔ واحمد شہ رب العالمین۔ اس وقت یہ ادارہ جن ارباب فضل و کمال، اصحاب حکومت و دولت اور اور زفقار علم و حکمت کے زیر ادارت اپنے علمی خدمات انجام دیر ہا ہے ان کا ذکر خیر بھی ان کی شہرہ آفاق معارف نوازی کی بنا پر ایک خادم علم کے فرائض میں سے ہے۔

۱۹۲۶ء میں جس وقت نواب عماد الملک بہادر رئیس مجلس کا انتقال ہوا جو چالیس سال تک اس ادارہ کو اپنے علمی تجربات اور قدیم تحقیقات سے مستفید فرماتے رہے۔ (اور اللہ مرقدہ) تو صدارت کی کرسی کے لئے مجلس نے عالی جناب ڈاکٹر سر جیدری نواب جیدر نواز جنگ بہادر کا اس عہدہ حلیلہ کے لئے انتخاب فرمایا جو عرصہ سے اس ادارہ کو اپنے فیوض و برکات سے ممنون فرما رہے تھے۔ نواب صاحب مدوح کی ذات گرامی چونکہ حیدرآباد کی موجودہ علمی، تعلیمی اور سیاسی دور میں ایک عظیم الشان درجہ رکھتی ہے، اس لئے کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد ہی مدوح نے دائرۃ المعارف کو جامعہ عثمانیہ کا ایک علمی اور اعزازی شعبہ بنانے کی تجویز پیش کی جو بارگاہ خسروی سے منظور فرمائی گئی۔

اور اس ادارہ کو دو مجلسوں میں منقسم کیا گیا۔

(۱) مجلس انتظامی (۲) مجلس علمی

عہدہ داران مجلس انتظامی۔

(۱) عالی جناب نواب ڈاکٹر سر جیدر نواز جنگ بہادر با نقابہ صدر نشین

(۲) عالی جناب نواب ہمدی یار جنگ بہادر معین امیر جامعہ

مستند مجلس و صدر المہام سیاسیات و تعلیمات

نواب صاحب انگریزی زبان کے مشہور ادیب فرانسیسی زبان کے عالم اور مشرقی

علوم و فنون کے دلدادہ ہیں جن کی ذات گرانمایہ سے مجلس کو علمی اور انتظامی امور کی تاسیس میں بڑی غیر معمولی امداد مل رہی ہے۔

۳ - عالی جناب نواب محمد یار جنگ بہادر رکن و صدر نشین مجلس علمی۔

نواب صاحب مدوح اس ادارہ کے قدیم ارکان اور مہم سبب میں ہیں۔ علوم عربیہ کے اجیاء کا بڑا شوق ہے خود نواد کی تلاش و جستجو میں اپنا وقت صرف فرماتے ہیں۔ اس ادارہ کو اب بحیثیت صدر نشین مجلس علمی مستفید فرما رہے ہیں۔

۴۔ جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب شیروانی نواب صدر یار جنگ بہادر رکن و سابق صدر الصدور دولت آصفیہ و صدر نشین مجلس علمی مولانا موصوف کی علمی و ادبی شہرت مسلم ہے۔ علوم عربیہ کے اجیاء علوم مشرقیہ کے تحفظ اور تالیف و تصنیف میں اپنی زندگی کا عزیز ترین وقت صرف فرما رہے ہیں۔ اور استخفا کتب تہذیب و نشریات علمیہ میں ایک بڑی رقم خلیفہ سے سرپرستی فرما رہے ہیں۔

اس شرف علمی کی بنا پر مجلس دائرۃ المعارف نے اعزازی اور دائمی رکن منتخب فرمایا ہے تاکہ ان کے تحقیقات علمیہ سے استفادہ کیا جاسکے۔

۵۔ عالی جناب ڈاکٹر نواب ناظر یار جنگ بہادر رکن و شریک معتمد مجلس <sup>سکول</sup> جہاں نواب صاحب مدوح ۱۹۳۰ء سے اس مجلس کے رکن اور شریک معتمد کے عہدہ پر فائز ہیں۔ جن کے توجہات سے تذکرۃ النوادر اور جدید نظام العمل کی ترتیب کا کام انجام پایا ہے۔

۶۔ عالی جناب مولوی فضل محمد خان صاحب ناظم تعلیمات سرکار عالی رکن ناظم صاحب موصوف دائرۃ المعارف کے اغراض و مقاصد سے ولی سہمداری رکھتے ہیں اور اپنے مشوروں سے اس کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

۷۔ جناب مولوی حسین عبد المنعم صاحب رکن مجلس و مددگار معتمد فینانس سرکار عالی مدوح اپنے فنی معلومات سے اس ادارہ کو ہر وقت مستفید فرماتے ہیں اور

اس کی ترقی کے ساعی ہیں - ۵۶

تنظیمی

۸ - جناب مولانا سید ظہور الحق صاحب ہتم دائرۃ المعارف و مدوکار ممتد مجلس مولانا موصوف نے مصر و حجاز و شام کا سفر کر کے دائرۃ المعارف کی تنظیم، اصلاح اور ترقی کے خدمات تقریباً ۳۵ سال سے انجام دیر ہے ہیں جس سے ادارہ کو بڑی تقویت پہنچی ہے -

عہدہ داران مجلس علی - (یہ مجلس ترتیب نظام عمل - تصحیح کتب، فراہمی خطوط اور کتب مصححہ پر تبصرہ وغیرہ کا کام انجام دیتی ہے -)

۱ - عالی جناب نواب محمد یار جنگ بہادر - میجر مجلس

۲ - نواب ہندی یار جنگ بہادر - معتمد

۳ - نواب صدر یار جنگ بہادر - رکن

۴ - نواب ضیاء یار جنگ بہادر - رکن

نواب صاحب مدوح حیدرآباد کے مشہور علماء و فضلاء اور اوباد میں

میں اور کتب خانہ آصفیہ کے صدر نشین ہیں -

۵ - علامہ مولانا محمود حسن خان صاحب - رکن

مولانا مدوح فن رجال - تاریخ اور سیر کے مشہور علماء میں ہیں جن کی معروف ترین

تصنیف معجم المصنفین چار جلدوں میں زیر سرپرستی سرکار عالی مصر سے شائع ہو چکی ہے اور تقریباً ۶۰ جلدوں پر مدون ہو چکی ہے - دائرہ کو اس فریدہ عرذات سے بڑی امداد

مل رہی ہے -

۶ - علامہ مولانا عبداللہ عبادی صاحب رکن -

مولانا محدوح تاریخ و ادب کے مشہور اساتذہ میں ہیں۔ طبقات ابن سعد کا اردو میں ترجمہ مولانا کا زیر با و احسان ہے اس کے علاوہ دیگر تالیفات اور تصنیفات سے ملک نجفی مستفید ہو رہا ہے۔ دائرہ کو اپنے فیوض علمیہ سے ہر وقت سیراب فرماتے ہیں۔

۷۔ علامہ مولانا مناظر الحسن صاحب گیلانی پروفیسر جامعہ عثمانیہ رکن مولانا علوم نقلیہ و عقلیہ کے مجمع البحرین ہیں۔ چودہ سال سے جامعہ عثمانیہ کی تدریس کی خدمت انجام دیر ہے ہیں۔ دائرہ کے اغراض و مقاصد سے دلی بھر دوی رکھتے ہیں۔

۸۔ جناب علامہ شاہ عبدالقدیر صاحب صدیقی سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ علم حدیث اور تفسیر کے مشہور اساتذہ میں ہیں۔

۹۔ مولانا سید عباس حسین صاحب مہتمم کتب خانہ آصفیہ۔ رکن مخطوطات کے معلومات سے دائرہ کو مستفید فرماتے ہیں

۱۰۔ مولانا سید زین العابدین صاحب رکن و میر شعبہ ادبیہ علوم عقلیہ کے جید فاضل ہیں متعدد کتابیں تصحیح فرما کر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔

۱۱۔ خاکسار سید ہاشم ندوی۔ جامع تذکرۃ النوادر۔

ان دونوں مجلسوں کی زیر ہدایت مندرجہ ذیل علماء و فضلاء علمی خدمات انجام دے رہے ہیں

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر کرنو۔ جولفت ادب اور تاریخ کے مشہور مستشرقین میں سے ہیں تقریباً

بیس سال سے دائرہ کے علمی خدمات کو یورپ میں مقیم رہ کر انجام دیر ہے ہیں۔ برلن۔ پیرس۔ برٹش میوزیم کے کتب خانوں سے نوادر کے تفحص، نقل و مقابلہ تصحیح اور تبصرہ کا کام نجفی

انجام دیر ہے ہیں۔

- ۲ - مولانا سید زین العابدین صاحب میر شیعہ اویسیہ -  
 ۳ - مولانا سید شہم صاحب ندوی - میر شیعہ و بیٹیہ -  
 ۴ - مولانا شیخ محوطہ صاحب عیدروسی مددگار مصحح  
 ۵ - مولانا حکیم سید احمد اللہ صاحب ندوی  
 ۶ - مولانا جمیب عبداللہ صاحب حفر موتی  
 ۷ - مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مینی  
 ۸ - مولانا محمد عادل صاحب قدوسی

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم کی شہانہ نوازشات - معزز ارباب مجلس کے فیوض و برکات  
 علماء و فضلاء کے علمی افادات سے اگر یہ مجلس اسی طرح متمتع ہوتی رہی تو انشاء اللہ العزیز  
 علمی دنیا میں ایک نشاۃ جدیدہ اور حیاۃ طیبیہ پیدا کرنے میں فائز المرام ہوگی - و ما دالک  
 علی اللہ بغیرہ - و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین -

# یادِ وقفاں

چونکہ یہ مقالہ دائرۃ المعارف کے اغراض و مقاصد اور اس کی تاریخ پر مشتمل ہے اس لئے اس ذیل میں دائرۃ المعارف کے اُن ارکان مجلس اور معاونین کا تذکرہ مناسب ہو گا جنہوں نے اس کی تاسیس میں بڑی سہرگرمی سے حصہ لیا اور علمی و مالی اعانت سے اس ادارہ کو قوت بخشی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

شمارہ	اسماء	خدمت
	(۱) امراء و عہدہ داران سرکار عالی	
۱	عاجلہ پنجاب امیر کبیر نواب سر وقار الامراء بہادر	مدار المہام دولت آصفیہ و میجر مجلس دائرۃ المعارف
۲	نواب عماد الملک بہادر	ناظم تعلیمات و نائب میجر مجلس دائرۃ المعارف
۳	ملا محمد عبدالقیوم صاحب	کشتہ انعامات سرکار عالی و متحدہ دائرۃ المعارف
۴	نواب محی الدولہ بہادر	صدر الصدور سرکار عالی و رکن دائرۃ المعارف
۵	مولانا فضیلت جنگ حافظ محمد انور اللہ خان	صدر الصدور و معین المہام امور مذہبی
۶	نواب مغرز یار جنگ بہادر	جاگیر دار و رکن دائرۃ المعارف
۷	فیروز یار جنگ بہادر	" " "
۸	محبوب یار جنگ بہادر	" " "
۹	رفعت یار جنگ بہادر	اول تقلدار
۱۰	انتصار جنگ وقار الملک بہادر	" "

۶۰	رکن دائرۃ المعارف	۱۱	غالبیناب نواب محبوب یار جنگ بہادر
" "	" "	۱۲	مولوی حیران علی اعظم یار جنگ بہادر
" "	بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و	۱۳	مولوی سرسید احمد خان جواد الدولہ بہادر
" "	صوبہ دار شرقی	۱۴	جناب بہادر الدین خان شیر نواز جنگ بہادر
" "	مستند عدالت و کوتوالی امور عامہ سرکار عالی	۱۵	نواب عماد جنگ بہادر
" "	سپہ سالار افواج آصفیہ سرکار عالی	۱۶	" افسر جنگ بہادر
رکن دائرۃ المعارف		۱۷	مولوی سید علی صاحب بکراچی
" "	میر مجلس عدالت عالیہ و	۱۸	مولوی میر افضل حسین صاحب
" "	صوبہ دار دولت آصفیہ	۱۹	مولوی محمد یوسف الدین صاحب
" "	رجسٹرار	۲۰	مولوی محمد عبد القادر صاحب
" "	اول تعلقدار	۲۱	" محمد ذکی الدین صاحب
" "	"	۲۲	" محمد عبد الباقی صاحب
" "	"	۲۳	" علی حسن صاحب
اول تعلقدار و مستند دائرۃ المعارف		۲۴	" محمد قطب الدین صاحب
اول تعلقدار و مستند دائرۃ المعارف		۲۵	مولوی محمد شبیر الدین صاحب
"	"	۲۶	" آغا شیخ محمد صاحب
صدر محاسب سرکار عالی رکن		۲۷	مولوی محمد حبیب الدین صاحب
مددگار صدر محاسب سرکار عالی رکن		۲۸	مولوی سید عبد الغنی صاحب
"	شریک مستند مال	۲۹	مولوی سید غلام رسول صاحب
"	اول تعلقدار	۳۰	مولوی ظہیر الدین احمد خان صاحب



۳۱	مولوی سید عبدالمجید صاحب	۴۱	ہتہم محمد حسین سرکار عالی رکن
۳۲	مولوی محمد عبدالکریم صاحب قادری		ناظم ٹیپہ سرکار عالی
۳۳	عالیجناب نواب مقام الدولہ بہادر		جاگیر دار
۳۴	مولوی شوکت حسین صاحب		دوم تعلقہ دار
۳۵	جناب نواب صف شنکن جنگ بہادر		جاگیر دار
۳۶	مولوی سید نور الحسنین صاحب		"
۳۷	عالیجناب نواب حسن الملک بہادر		"
۳۸	مولوی سید یوسف حسینی صاحب		جاگیر دار و مقدمہ دائرۃ المعارف
۳۹	مولوی سید تصدق حسین صاحب		ہتہم کتب خانہ آئینیہ و رکن دائرۃ المعارف
۴۰	مولوی عزیز مرزا صاحب		مقدمہ عدالت کو توالی امور عامہ سرکار عالی

(۲) فہرست اسماء و معاونین از جماعت  
علماء و مشائخین -

۴۱	مولانا مولوی حسن الزمان صاحب المحدث الصوفی		
۴۲	سید شاہ عبد الرحیم صاحب قادری <sup>القبیسی</sup>		
۴۳	منفی محمد سعید صاحب		
۴۴	محمد عون الدین صاحب		پروفیسر عربی دارالعلوم سرکار عالی
۴۵	حسین عطاء اللہ صاحب		مدوکار قنیاش
۴۶	سید غلام نوح صاحب شطاری القادری		
۴۷	سید شاہ علی صاحب شطاری القادری		
۴۸	سید شاہ صلاح الدین صاحب		

۴۲	مولانا مولوی چنڈہ شاہ صاحب قادری	۴۹
	خیر المبین صاحب قادری	۵۰
مؤلف سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	محمد شبلی صاحب نعمانی	۵۱
	سید عمر صاحب قادری	۵۲
	سید احمد صاحب شطاری	۵۳
	سید شیخ احمد صاحب شطاری	۵۴
مدرس مدرسہ اعزہ و مؤلف تاریخ محبوب السلاطین و تذکرہ اولیائے دکن وغیرہ	محمد عبد الجبار صاحب بلکاپوری	۵۵

	(۳) فرست اسما و علماء و دائرۃ المعارف جنہوں نے وقتاً فوقتاً تصحیح یا دوسری علمی خدمت انجام دی ہے۔	
مصحح	مولانا مولوی محمد عباس علی صاحب	۵۵
	مولانا مولوی وحید الزمان صاحب والد	۵۶
مصحح و ہتھم دائرۃ المعارف	حضرت حسن الزمان صاحب محدث	۵۷
	مولانا مولوی حبیب ابو بکر بن شہاب صاحب	۵۸
	امیر حسن صاحب نعمانی	۵۸
	حکیم وحید الدین صاحب عالی	۵۹
ہتھم دو احاطہ یونانی سرکار عالی مصحح	حیدر آبادی	
مصحح	مولانا مولوی سید ابوالحسن صاحب امروہوی	۶۰
	قاضی محمد شریف الدین صاحب	۶۱
	حیدر آبادی	

ہتیم دائرۃ المعارف	مولانا مولوی محمد عبیدی خان صاحب	۶۲
„	„ غلام مصطفیٰ صاحب	۶۳
„	„ محمد قیام الدین صاحب فرنگی علی	۶۴
مصحح	„ سید انوار الحق صاحب	۶۵
„	„ محمد جعفر صاحب	۶۶
„	„ میر موسیٰ حسین صاحب	۶۷

مذکورہ بالا ارکان و معاونین کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر اصحاب وقتاً فوقتاً ہمارے  
معاونت اور سرپرستی فرماتے رہے ہیں خدا سے دعا ہے کہ ان حضرات کو دینی اور دنیوی ترقی  
سے فیضیاب کرے۔

۶۸	عالیجناب راجدراجان ہماراجہ برہمن السلطنتہ	پشیکار و مندر اعظم دولت آصفیہ
۶۹	عالیجناب نواب سمر نظامت جنگ بہادر	سابق صدر المہام سیاسیات و رکن انتظامی دائرۃ المعارف
۷۰	” تلاوت جنگ بہادر	سابق صدر المہام مال و رکن انتظامی دائرۃ المعارف
۷۱	” مسعود جنگ بہادر	ناظم تعلیمات و متعدد دائرۃ المعارف۔ مدوح و ور میں دائرہ نے خاص طور پر ترقی کی ہے۔
۷۲	عالیجناب مولوی سید محی الدین صاحب	پرنسپل عثمانیہ انٹر میڈیٹ کالج اورنگ آباد شریک متعدد دائرۃ المعارف۔
۷۳	” ڈاکٹر عبدالنثار صاحب صدیقی	سابق پرنسپل عثمانیہ کالج و رکن دائرۃ المعارف
۷۴	” مولانا شاہ احسان اللہ صاحب سندھی	موصوف دائرہ کوگر انقدر علی امداد سے سر فرار فرماتے ہیں۔
۷۵	” مولوی حکیم سید سعید حسینی صاحب	جاگیر دار و مدرس مدرسہ طبیبہ یونانی سرکار عالی سابق مصحح
۷۶	” مولانا مولوی علامہ سید سلیمان صاحب ہندوی	بحیثیت ایک تھق عالم کے مولانا دائرہ کے علمی خدمات پر تبصرہ فرماتے اور مفید مشوروں معاونت فرماتے ہیں۔

# فہرست و اسما مطبوعات و دائرۃ المعارف الغنابہ

شمارہ	اسماء	تعداد جلد	نام مصنف	کیفیت
۱	اکبرف و الرحیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم	۱	میرزا عبد الکریم سبط شیخ عبدالقادر علاء شیخ عبدالکریم سبط شیخ عبدالقادر	بسم اللہ کی بہترین شرح ہے
۲	اعجاز البیان فی تاویل ام القرآن	۱	شیخ صدیق الدین محمد بن اسماعیل قزوینی	سورہ فاتحہ کی تفسیر اور ام القرآن ہونے پر بہترین استدلالات میں سے ہے
۳	عمل الیوم و اللیلہ	۱	علامہ ابن السنی المتوفی ۳۶۲ھ	رات کے جملہ اور دن بوی علی الصلوٰۃ والسلام جمع کئے گئے ہیں۔
۴	مشکل الآثار	۴	امام بھٹاوی المتوفی ۳۲۱ھ	علامہ موصوف نے اس کتاب میں متعارف احادیث کو جمع کر کے جملہ اعتراضات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔
۵	جامع المسانید	۲	قاضی القضاۃ ابو النور محمد بن محمود خوارزمی المتوفی ۶۶۵ھ	اس کتاب میں حضرت امام اہم کے محاسن و فضائل باحسن اسلوب ترتیب دیئے گئے ہیں۔
۶	کنز العمال	۱	شیخ علی السبکی المتوفی ۹۰۵ھ	اس مینوسو کتاب کو علامہ سیوطی مرتب کیا ہے لیکن علامہ شیخ علی السبکی نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کو مرتب کرنے کے سبب کتاب نام احادیث کا مجموعہ کہے جانے کی مستحق ہے۔

المترک مع التخصیص

امام ابو عبد اللہ الحاکم

اس کتاب میں صحیحین کے موافق

احادیث صحیح کی گئی ہیں وغیر

صحیح کرام کے حالات درج ہیں

المترک من مشکل الآثار

علاء قاضی یوسف بن موسیٰ

ابو الولید باجی مالکی نے مشکل الآثار

مصنفہ امام طحاوی کی تفسیر کر کے

سے لے کر حذف کر دیا تھا اس کو

موسوی نے دوبارہ تصحیح کر کے تفسیر کی

اور تمام اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں

کتاب الاعتبار

علاء محمد بن موسیٰ حارمی المتوسلی

احادیث صحیح و صحیحین میں تفسیر کی ہے

روایات مسند پر اعتراضات اور جوابات کے

مدلل جوابات دئے گئے ہیں۔

القول المسند فی الذب عن مسند

علاء ابن حجر عسقلانی المتوسلی

الحمد للہ کے بارے میں واقعہ کو جمع کر دیا جو

صحیح سنن علاؤدین سے

تجلیل المنفعة فی رجال الاثمة

..

..

تہذیب التہذیب

..

۱۲

لسان المیزان

..

۶

الدرر الکافی فی اعیان المائتہ الثانیۃ

..

۳

الجوہر النقی فی الروایۃ البیہقی

علاء الدین المارونی ترمذی

اس کتاب میں سنن بیہقی کے روایات اور احادیث

پر تھانہ بحث کی

۱۵

۱۶	ترتیبہ الخواطر	۱	مولوی حکیم عبدالرحمن صاحب برحوم لکھنوی یہ الدرر المکنہ کا تیسرا حصہ جس میں آٹھویں ہندی کے سابق ناظم ندوۃ العلماء اعیان و مشاہیر ہند کے حالات ہیں۔
۱۷	معجم الالکنہ	۱	مولوی حاجی محمد عین الدین صاحب ترتیبہ الخواطر کے الکنہ و مقنا کا جغرافیہ ہے۔
۱۸	مسند ابی داؤد طیسی	۱	علاء سلیمان داؤد البصری یہ فن مسانید میں بہترین کتاب ہے۔
۱۹	احادیث قدسیہ	۱	علامہ شیخ مدنی یہ کتاب ان حادیث کا مجموعہ ہے جو اللہ تعالیٰ بظاہر کسی قسم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتھا کرنا اس کتاب میں ابواب صحیح بخاری پر بحث کی گئی ہے
۲۰	شرح تراجم ابواب بخاری	۱	مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی
۲۱	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	۲	علامہ ابن عبدالبرج یہ فن رجال کی مستند کتاب ہے اس میں تمام صحابہ اور صحابیات کے حالات جمع ہیں۔
۲۲	کتاب الکنی و الاسماء	۲	علامہ ابوشامہ و ابوالحسن اس کتاب میں باقیہ کتب جیسے صحابہ و ررواۃ میں ان سب کے اسماء و درج ہیں۔
۲۳	تجربہ اسما و الصحابہ	۲	علامہ ذہبی
۲۴	دول الاسلام	۱۱	۱۱
۲۵	کتاب الحجج بین رجال الصحیحین	۱۱	ابوالفضل محمد بن المعروان اس کتاب میں رجال و اہل صحیحین مذکور ہیں۔
۲۶	قرۃ العین فی ضبط رجال الصحیحین	۱	علامہ عبد الغنی بن احمد البحرانی اس کتاب میں رجال کے متعلق چند اصول حدیث بیان کئے گئے ہیں و نیز رجال صحیحین کے متعلق کئی فقہاء و حنفیہ کا مستند تذکرہ ہے۔
۲۷	الجواہر المفضیئہ	۲	علامہ علی الدین ابو جعفر بغدادی القرشی السنوی ۶۹۶ھ
۲۸	تذکرۃ الحفاظ	۵	علامہ ذہبی حفاظ حدیث کو طبقات کے طریقہ پر ترتیب دیا ہے۔

۲۳۰ھ

علامہ ابو نعیم اصبہانی المتوفی

۴۹۸ھ

علامہ موفق بن احمد کی المتوفی

علامہ شیخ ابی عذیبہ

علامہ مصعبی الدین احمد بن محمد

مدنی قسطنطینی

علامہ ابن تیمیہ

علامہ شیخ تقی الدین بسکی

علامہ ابن قیم المتوفی ۷۵۰ھ

علامہ علاء الدین سیوطی

علامہ احمد بن محمد المغربی المتوفی

اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور ان کے نبوت سے مفصل بحث کی گئی ہے یہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین ذخیرہ ہے۔

اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احوال سے مسوط بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب میں امام صاحب علیہ الرحمہ کے حالات اور مناقب بیان کئے گئے ہیں۔

اشعار اور مآثر پر یہ کئی مسائل سے بحث کی گئی۔

طریقہ بیعت سے بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی عظمت و فضیلت و صفات سے لکھی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آدبی کرنے والے کی سزا محققانہ سے بحث کی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو احیاء اور احیاء اولاد کے فضائل سے لکھی گئی ہے اور ان کی شدت سے روایات سے بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب میں روح اور اس کے جلاواں سے بحث کی گئی ہے۔

یہ کتاب فن محاکمہ میں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعال رک کی نسبت

محدثین اور مورخین کے اقوال جمع ہیں۔

۲۶ دلائل النبوة

۳۰ انحصایں الکبری

۳۱ مناقب امام اعظم

۳۲ الروقة البصیہ

۳۳ السمط المجید

۳۴ الصارم المسلول

۳۵ شفاء و التتعام

۳۶ کتاب الروح

۳۷ الذخیرہ

۳۸ فتح المتعال فی مدح المتعال



۳۹	اقتراح	۱	علامہ سیوطی	اصول نحو میں یہ تیسرین کتاب ہے۔
۴۰	مستدق الفضل	۱	علامہ شہاب الدین دولت آبادی	حضرت کوہ کے قصیدہ بابت سعادت کی شرح
۴۱	انفاتیق	۲	علامہ ابوالقاسم زرخندی	نغات حدیث میں تیسرین مایف ہے۔
۴۲	المغرب	۲	علامہ ابوالفتح انجمنی المتوفی ۷۱۱ھ	نقات اور مصطلحات درج ہیں
۴۳	کتاب الازمنہ والاکنہ	۲	علامہ ابوعلی مرزوقی	اس کتاب میں مان و مکان افلاک کو کتابت بحث کی گئی ہے۔
۴۴	الذخائیس الازقیہ	۱	مصنفہ ارتضاعلی خان	رسالہ غریبہ مصنفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی شرح
۴۵	المنتخبہ الشراذ	۱	" "	اسما وبارئ کی نسبت مفصل بحث کی گئی ہے
۴۶	مشقان السعاده	۲	مصطفیٰ فند بطاش علامہ احمد بن المعروف	علوم و فنون کی تاریخ میں سب سے زیادہ مستند کتاب ہے۔
۴۷	دستور العلماء	۴	قاضی عبدالذبی احمد نگری	اس کتاب میں مختلف علوم و فنون کے اصطلاحات و محاورات بیان کئے گئے ہیں۔
۴۸	شرح سیر کبیر	۴	علامہ سرخسی	یہ کتاب فقہ حنفی میں بے بہا ذخیرہ ہے
۴۹	مرآة البیان	۴	علامہ ابو محمد عبدالدین سعدیانی المتوفی ۷۶۷ھ	ابتداء اسلام سے آٹھویں صدی تک کی مختصر تاریخ ہے۔
۵۰	کتاب المحتجی	۱	علامہ ابن درید	اس کتاب میں ادبی نقطہ نظر سے احاد و اصحاب کے اقوال و عہدگی سے جمع کئے گئے ہیں۔

۵۱	جمہورۃ اللغۃ	۴	علامہ ابن درید	یہ علم لغت میں ممتاز اور قابل قدر کتاب ہے
۵۲	سنن کبریٰ	۸	امام ابو بکر احمد بن حنبل بن علی	یہ کتاب علم حدیث میں باریک جامع اور مستند ہے
			بیہقی	اس کیلئے بہت سے تنقیدی نظریوں سے بحث کی گئی ہے
				(۱۰) جلدوں پر مشتمل ہے اب تک میں
				(۸) جلد طبع و مشائع کی ہیں۔
۵۳	حما سہ ابن الشجرى	۱	علامہ ابوالسعود اہلبیتہ اللہ بن	یہ علم ادب کی کتاب ہے اس لائق ہے کہ درس
			الشجرى العلوى اللغوى	میں شریک کی جائے۔
۵۴	کتاب الیتمیان	۱	علامہ ابو محمد عبد الملک بن یسار	ملوک حمیر اور سلاطین میں کی سب سے قدیم تاریخ
۵۵	الامالی ابن الشجرى	۲	علامہ ضیاء الدین العزوبی بن الشجرى	اس کتاب میں توخ صرف بدیع معانی و بیان کے مفید
				اور ضروری مسائل جمع کئے گئے ہیں۔
۵۶	تنقیح المناظر	۲	علامہ جمال الدین ابی الحسن الطھارنى	یہ کتاب علم مرایا و مناظر میں ابن حشیم کی
				تصنیف کی شرح ہے۔
۵۷	کتاب الامثال	۱	زید بن رقاہ	اس کتاب میں مصنف نے مفید امثال جمع کئے
				ہیں فن ادب میں بہترین کتاب ہے۔
۵۸	کتاب الاربعین للرازى	۱	علامہ فخر الدین رازى	علم کلام میں نہایت متمم بالشان کتاب ہے۔
۵۹	جوامع اصلاح المنطق	۱	علامہ زید بن رقاہ	علم لغت میں بہترین کتاب ہے۔
۶۰	تذکرۃ النوادیر	۱	مرتبہ مولوی سید یونس ندوی	اس کتاب میں نادر الوجود کتابوں کی تفصیل
				فن وار جمع کی گئی ہے جسے مجلس دارالعلوم
				نے خاص اہتمام سے مرتب کرایا ہے۔

۶۱	الاحم لا تقاط المصمم	علا شیح بریان التین ابراہیم	ان سایل میں علماء کرام نے سدا و کونجی سے
۶۲	بغیۃ الطالبین	المستوفی ۱۰۲ھ	جمع کیا ہے یہ مجموعہ جسے اسامید موسوم ہے
۶۳	کتاب الامداد	شیخ احمد الغفلی الکی	" "
۶۴	قطف الثمر	شیخ جمال الدین عبدالعزیز	" "
۶۵	اتحاف الاکابر	صلاح بن محمد بن فوح العمری	" "
۶۶	شرح فقہ اکبر	المستوفی ۱۲۱۸ھ	" "
۶۷	" "	بنی محمد بن علی الشوکانی مؤلف	" "
۶۸	شرح وصیت امام ابو حنیفہ	نبیل الاوطار المستوفی	" "
۶۹	کتاب الایاتہ	مصنفہ شیخ ابی منصور ماری	نمبر (۶۸) تا (۶۹) سہ کتب العقاید
۷۰	رسالۃ فی اللہ عن الاشعری	ار شیح ابو نعیم احمد مغنیساوی	مع شرح الفقہ الاکبر سے موسوم ہے۔
۷۱	ضمیمہ کتاب الایاتہ	امام ابو یحسین اشعری	جوابات اعتراضات وارده برام اشعری
۷۲	استحسان الخوض	علامہ ابوالقاسم بن دربان	جو لوگ صفات باری تعالیٰ اور زمانہ کے متعلق
		امام شیخ ابو یحسین اشعری	غور و خوض کرنا بدعت سمجھتے ہیں ان کے جوابات
			لکھے گئے ہیں۔

اس سالہ میں مترادف الفاظ کا فرق بتلایا گیا	ملا علی اکبر ہمدانی	۱	تختہ نظامیہ	۷۳
اس سالہ میں علم و صنعت کی فضیلت پر بحث کی گئی ہے	امام ابو القاسم فارابی	۱	رسالہ فی تحقیقہ العلم والصفات	۷۴
طبیعیات میں بہترین رسالہ سے	"	۱	رسالہ اثبات الفعاریات	۷۵
مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔	"	۱	رسالہ مسائل متفرقہ	۷۶
تصوف و حقایق الہیہ کے مسائل لکھے گئے ہیں	"	۱	فصوص الحکم	۷۷
علم طبیعیات و معرفت پر بحث کی گئی ہے	"	۱	تخمیل السعاده	۷۸
مسائل تمدن و تہذیب بیان کئے گئے ہیں	"	۱	السیاسیات الدینیہ	۷۹
مسائل حصول سعادت درج کئے گئے ہیں	"	۱	رسالہ تنبیہ علی سبیل السعاده	۸۰
مسائل امور عامہ اور طبیعیات پر بحث کی گئی ہے	"	۱	رسالہ تحلیقات فارابی	۸۱
فلسفہ تہذیب و اخلاق سے	"	۱	رسالہ الدعای القلیبیہ	۸۲
بحث کی گئی ہے۔	"	۱	مقالہ فی اعراض ما	۸۳
مسائل ما بعد الطبیعیہ لکھے گئے ہیں۔	"	۱	بعد الطبیعیہ	
مسائل علم کلام سے بحث کی گئی ہے۔	"	۱	زینون الکبیر	۸۴
متدرجہ ذیل رسائل میں تہایت واضح	شیخ جلال الدین غزالی	۱	مسائل الخفاف فی الہدی المصطفیٰ	۸۵
طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے	السید طحی السنوی ۹۱۱ھ			
والدین پر حرمت نازل ہونے اور حضرت				
صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفا				
کو مدلل طور پر ثابت کیا ہے۔				

مندرجہ ذیل رسائل اپنے فن میں قابل  
معلومات سے مملو ہیں۔

علامہ بدر الدین ابن جامعہ الکناہنی  
متوفی ۷۳۳ھ  
اس کتاب میں فن تعلیم اور تعلم کے  
قدیم اصول پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے  
یہ کتاب بلحاظ فن نہایت اہمیت رکھتی

۱۔ الدراج الحقیقہ	۸۶
۲۔ المقامات السنیة	۸۷
۳۔ التعلیم و المتعة	۸۸
۴۔ نشر العالین الدقیقین	۸۹
۵۔ السبل الخلیة	۹۰
۶۔ انباء الاذکیاء	۹۱
۷۔ تنزیہ الانبیاء	۹۲
۸۔ تبيين الصحیفه	۹۳
رسالة فی الفعل و الاتفعال	۹۴
رسالة فی سر القدر	۹۵
رسالة غز شبر	۹۶
رسالة فی السجادة	۹۷
رسالة فی اسباب الرعد و البرق	۹۸
رسالة فی الحجت علی الذکر	۹۹
رسالة فی الموسیقی	۱۰۰
تذکرۃ السامع و المتکلم	۱۰۱

دائرة المعارف نے خاص اہتمام سے اس کتاب کو جدید اصول تصحیح پر مرتب کرایا ہے جو قابل قدر ہے۔

یہ کتاب علم لغت میں بطور قدیم بہت خوب سے مملو ہے جو اصلاح المنطق لابن السکیت کی حقیقت رکھتی ہے۔

ہلال بن یحییٰ بن سلمہ الاہلبی ایہام وقف پر فقہ حنفی کی نادر کتاب ہے ابی یوسف و زفر رحمہما اللہ جس میں جزئیات وقف پر کئی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب میں علامہ موصوف نے مختلف مسائل کے مناظرات کو جمع کیا جو بہت ہی دلچسپ ہیں۔

علامہ زید بن رفاعہ

ایک

جو اصح اصلاح المنطق

۱۰۲

۱۱

کتاب احکام الوقف

۱۰۳

۱۱

مناظرات

۱۰۴

۱۷۶

نیرن

ان اسفار حلیلیہ کی نشر و اشاعت سے یہ امر روشن ہے کہ مجلس دائرة المعارف نے علوم و فنون کے (۱۷۶) نادر الوجود تصانیف کو معرض تلف سے بچا کر نہ صرف عالم اسلامی پر بلکہ تمام علمی دنیا پر ایک احسان عظیم کیا ہے جو حضرت اقدس و اعلیٰ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے عہد درخشاں کی مثال تاباں بن سکتی ہے۔

# غلط نام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۴	جاننا	جاننے کے ہیں	۱۷	۹	علما	علماء
۳	۱۱	علما	علماء	۱۹	۱	اجیا	اجیاء
۵	۶	اردو شہیرین نابک	اردو شہیرین نابک	۲۰	۱۷	علمائے ہند	علمائے ہند
۶	۱۴	اور عرصہ تک	اور کتنا عرصہ تک	۲۴	۱۶	فقہا	فقہاء
۹	۱۵	مدنیۃ العلماء و الحکماء	مدنیۃ العلماء و الحکماء	۳۱	۱	علما	علماء
۱۱	۱۸	عرض کیا	عرض کی	۳۳	۶	فقہا	فقہاء
۱۳	۶	فقہا	فقہاء	۴۳	۱	فصلا	فصل
۱۵	۱۵	رکھتی تھی	رکھتے تھے	۴۷	۱۰	شب کی	شب کے
۱۴	۱۳	سفیر	سفیر	۴۸	۶	دایرہ بنا	دایرہ بنانا
۵۱	۷	ادبائے عصر	ادبائے عصر				